

افضلیت

صدیق

رض

؁

اکبر

Marfat.com

مکتبہ فریدیہ

۲۹۷۹  
۱۵۵

# عرض نامہ

مکتبہ فریدیہ

الحمد لله ثم الحمد لله — مکتبہ فریدیہ ہا ساعد حالات کے باوجود تاریخین کی خدمت میں ایک اور ایسی کتاب پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے جس کی ایک عرصہ سے تاریخین کو شدت سے طلب تھی۔ مکتبہ فریدیہ کے معرض وجود میں آنے کی غرض و غایت بھی یہی تھی کہ علماء اہلسنت کی گرانمایہ تصانیف و تالیفات کو منظر عام پر لا کر عامۃ المسلمین کی دینی خدمت کی جائے سجدہ و تعلقہ برادران ملت اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم اپنے اس نیک مقصد میں تنگی و امان کے باوجود برابر پیش قدمی کر رہے ہیں۔ مولانا مفتی محمد ابوسعید غلام سرور قادری اہلسنت کے مقتدر علمائے کرام میں سے ہیں۔ آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر یہ ایک تحقیقی شاہکار پیش فرما کر اہلسنت کی بہت بڑی دینی خدمت انجام دی ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو شرف قبول بخشے۔ آمین۔ کتاب میں جو تحقیقات و تدقیقات کے دریا بہائے گئے ہیں وہ تو اپنی جگہ بے مثال ہیں ہی۔ مگر آخر میں اہلسنت کے مقتدر علماء کرام کی جو تصدیقات و فتاویٰ ہیں۔ ان سے کتاب ہذا بے حد اہمیت و امتیازی شان کی حامل قرار پاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ برادران اسلام کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ نصیب ہو۔ آمین۔

فقط

ابوالعطاء حافظ نعمت علی چشتی سیالوی

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ۔ ساہیوال

بمخبرہ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

# انتساب

سیاستِ شریعہ کے مجدد و بانی، نائبِ مجددِ الف ثانی، عارفِ باکمال و قیومِ زمانہ،  
حق و صداقت کی نشانی — فرزندِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علامہ

## شاہِ احمد لورائی صدیقی

کے نام

- جن کی صدارت و سربراہی سے جمعیتہ العلماءِ پاکستان کا کھویا ہوا وقار بحال و بلند ہو گیا۔
  - جن کی حق گوئی و بیباکی سے صدعِ کجی کو جامِ شراب چھوڑنا پڑا۔
  - جن کے نعرہٴ حق سے ایوانِ اسمٰئیلی کے در و دیوار لرز اٹھے۔
  - جن کی صدائے حق نے ملتِ خوابیدہ کو لازوال بیداری بخشی۔
  - جن کی حرارتِ ایمانی و سحرِ بیانی نے ملت کے ہر ہر فرد کو تحریکِ نفاذِ نظامِ اسلامی کا پاسبان و علمبردار بنا دیا۔
  - جو عروسِ اقتدار سے ہمکنار ہونے کی بجائے نظامِ مصطفیٰ کی ترویج و مقامِ مصطفیٰ کے شوقیہ کے لئے ایک عرصہ سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے ہیں۔
- ۛ گر قبولِ امت نہ ہے عز و شرف

خادمِ جمعیتہ العلماءِ پاکستان

مفتی محمد الیوسعدی (عرف) علامہ سہروردی قادری

متخصص فقہ و قانونِ اسلامی اسلامی یونیورسٹی بھاولپور  
ایم۔ اے اسلامک لار

حال جامعہ غوثیہ ٹیڈی پارک اوکاڑہ (سابقہ میوال)

# تَقْدِیْمٌ

بعض حضرات کا تو دین ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو  
 جی بھر کر گالیاں دینا ہے مگر ہمیں تو ان مدعیانِ مسکِ اہلسنت و جماعت کا افسوس ہے جو اہلسنت  
 کا لبادہ اور صحرِ اہلسنت میں گھسے ہوئے ہیں بلکہ کچھ تو عالم و عارف کہلاتے ہیں۔ مساجدِ اہلسنت میں  
 اہمیتوں اور خطابتوں پر نائز۔ ان سے تنخواہیں اندرانے اور ہدیے وصول فرماتے ہیں مگر نمک  
 حلالی کا یہ عالم ہے کہ ان بیچلے عوامِ سادہ لوحوں ان پڑھوں اور کم علم سنیوں کو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے بد عقیدہ اور افضی  
 بنانے میں کسر نہیں چھوڑتے، یہ لوگ پہلے تو حُبِ اہلبیت کا فرضی دم بھر کر حضرت ابو بکر صدیق و  
 عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے افضل ہونے کا گمراہانہ عقیدہ پھیلا کر عوام  
 کو تفضیلی شیعہ بناتے ہیں یہ فرض اور تشیع کا پہلا زینہ ہے جو ایک سنی مسلمان کو سنی ہونے سے خارج  
 کر کے تفضیلی شیعہ اور بدعتی کر دیتا ہے اور پھر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے  
 درمیان ہونے والے خلافِ کورطب و یابس اور سچے چھوٹے تاریخی واقعات کی تاریکی میں عوام  
 کے دل و دماغ پر الپا داغنتے ہیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بد عقیدہ ہو کر جہنمی ہو  
 جاتے ہیں (معاذ اللہ)

۷۸

ایسے بہت سے نام نہاد مولویوں، قاریوں اور پیروں سے مجھے بحث و تہمت کرنے کا  
 اتفاق ہوا اور بار بار باہر سے ایسے لوگوں کے بارے میں مجھ سے فتوے بھی طلب کئے گئے کہ اس  
 طرح کا عقیدہ رکھنے والے سنی ہیں یا شیعہ اور ان کو امام بنایا جائے یا نہ؟ پھر کچھ دوستوں

کا اصرار ہوا کہ اس مسئلہ کی ایسی مدلل تحقیق و تفصیل کی جائے جس سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کا مکمل طور پر ازالہ ہو سکے، مجاہد اسلام جناب — شیخ عزیز احمد — صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کی خصوصی فرمائش بھی شامل ہو گئی، جس نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا لہذا میں نے مسئلہ تفصیل شیخین کریمین اور سیدنا علی المرتضیٰ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے اختلاف کا صحیح پس منظر اجاگر کر کے قرآن و سنت کے مطابق اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ایک ایسے مفصل و مدلل فتوے کی صورت میں بیان کر دیا ہے، جو ایک جامع کتاب ہو کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں انڈون اور بیرون ملک کے جلیل القدر اور مسلم علماء کرام و مشائخ عظام اہلسنت اور محققین دین و ملت سے بھی فتاویٰ لیکر آخر میں درج کر دیئے گئے، جن سے یہ کتاب مصدق و مؤید ہو کر جو بیان حق کے لئے ہدایت کبریٰ اور بہت دھرموں پر حجت عظمیٰ واقع ہوئی ہے بلکہ اگر اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں اسے بے نظیر اور ایک امتیازی شان کی حامل سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا

اللهم تقبل مني هذا الكتاب وادخلني جنتك بلا حساب و

عتاب بجرمة حبیبك صاحب فصل الخطاب عليه الصلوة

والسلام مع آله وصحبه الكرام

فقیر قادری محمد غلام در ضوی مصطفوی

آسائے مفتے و مدرسے

مدرسہ عربیہ النور العلوم غنان شہر

# استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

- ۱— ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتا ہے
- ۲— ایک شخص حضرت امین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو فاسق کہتا اور ان کو برا بتاتا ہے کیا یہ دونوں شخص اہلسنت و جماعت سے ہو سکتے ہیں اور کیا ان کو اہلسنت کی مساجد میں امامت و خطابت کے لئے رکھا جائے یا نہ۔؟

بینوا بالتحقیق والتفصیل تو جروا من الرب الجلیل

ابوالعطاء حافظ نعمت علی چشتی سیالوی

خطیب فریڈناؤن ساہیوال

## المجواب من الهداية والصواب

# خطبة آغاز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى  
 حَبِيبِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الَّذِينَ مِنْكُمْ مَنْقُصًا وَمُبْغِضًا مِنْ  
 الْفَاسِقِينَ أَمَّا بَعْدُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ الْكَرِيمِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَلْفَقَ  
 مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أَوْلِيكَ أَكْثَرُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَلْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا  
 وَكَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنُ وَاللَّهُ يَمَّا تَعْلَمُونَ خَيْرٌ

(سورة الحدید آیت ۱۰)

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا ظَهَرَ الْفِتْنُ أَوِ الْبِدْعُ  
 وَسَبَّ أَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ مَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةُ  
 أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

اللہ کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان رحمت والا ہے، تمام تعریفیں  
 اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ و سلام نازل ہوں اس کے  
 محبوب پر جو تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ کی اس آل و اصحاب پر جن کی شان  
 اللہ میں کمی کرنے اور ان سے بغض رکھنے والا فاسقوں سے ہے، انا بعد اللہ  
 تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمایا ہے۔

” نہیں ہیں برابر تم میں سے وہ جنہوں نے فسح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں  
 خرچ اور جہاد کیا۔ یہ لوگ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ اور  
 جہاد کیا اور رب کے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا اور اللہ تمہارے کاموں کا خبر ہے“

(سورت حدید آیت ۱۰)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

” جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جانے لگے تو عالم کو  
 چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، سو جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور  
 تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہیں قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ اور  
 نہ کچھ خیرات لے

## اجمالی جواب

انبیاء و مرسلین کے بعد تمام  
 مخلوقِ الہی، انسانوں، جنوں اور فرشتوں  
 سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
 ہیں، پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، پھر عثمان

(۱) فضیلت یہ ترتیب خلاف اہلسنت کا  
 مسلک ہے اور اس کا منکر اہلسنت کے خارج ہے

عنی رضی اللہ عنہ، پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ شچین کریمین یعنی حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو  
 تمام صحابہ سے افضل ماننا اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اس لئے جو شخص حضرت علی کرم اللہ  
 وجہہ یا کسی دوسرے صحابی کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے یا سمجھے گمراہ، بد مذہب اور

اے حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کتاب الجامع بین آداب الرادی والسامع میں یہ  
 سند خود روایت کی ہے (قالہ الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقة ص ۱۰۰)



اہلسنت وجماعت سے خارج ہے اسے اہلسنت کی مساجد میں نہ امام بنایا جائے اور نہ خطیب کیونکہ وہ فاسق العقیدہ اور تفضیلی شیعہ ہوتے سے امامت کے قابل نہیں ہے۔

(۲) حضرت امیر معاویہ کا بے ادب

اہلسنت سے خارج اور دوزخی ہے!

کسی صحابی کیساتھ بغض اور سوء عقیدت یعنی برا عقیدہ رکھنا بد مذہبی، گمراہی اور دوزخی ہوتا ہے، کیونکہ وہ اصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض اور سوء عقیدت ہے۔

ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو ماننے اور اپنے آپ کو سنی ظاہر کرے بالخصوص حضرت امیر معاویہ ان کے والد ماجد ابوسفیان والدہ ماجدہ حضرت ہر رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی شان میں گستاخی تیرا اور رافضی ہے جو اس کا قائل ہو اور ان کی شان میں گستاخی کرتا یا ان سے برا عقیدہ رکھتا ہو وہ رافضی شیعہ اور اہلسنت سے خارج ہے اس لئے اس کی امامت و خطابت ناجائز ہے۔

## تفصیلی جواب

اس سلسلے میں ہم قرآن و سنت کی روشنی میں مفصل اور مدلل جواب عرض کرتے ہیں جس کے بغور مطالعہ کے بعد کوئی قلب سلیم رکھنے والا انسان انحراف و انکار کی وادی میں بھٹکتے پھرنے کا پسند نہ کرے گا۔ آخر میں ملک اور بیرون ملک کے جید علماء کرام کی تصدیقات و تصویبات بھی لائق دید ہیں۔

## افضلیت

# حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

## دلائل عقیدہ و تقلید کی روشنی میں!

**عقل و شعور** | خداوند قدوس نے جن وجوہات سے انسان کو اشرف و اکرم مخلوق قرار دیا ہے ان میں سے ایک اس کا ذی شعور و عقل ہونا بھی ہے اور یہ عقل و شعور ہی ہے جو گفتگو کے وقت متکلم کو "کیوں؟ کس لئے؟ کیوں کر؟ کیا وجہ ہے؟ اس لئے اور لہذا وغیرہ جیسے الفاظ کے اصرار پر مجبور کرتا ہے اور یہ صورت حال صرف پڑھے لکھے حضرات تک ہی محدود نہیں بلکہ ذرہ سی مسجد بوجہ رکھنے والوں، مطلق ناخواندہ اور ان پڑھوں میں بھی منطقی تالیف و ترتیب کے لحاظ کے بغیر دلائل کی روشنی میں تبادلہ خیالات ہوتا رہتا ہے اور ان میں بھی عقل کی کسوٹی پر پڑھے بغیر شاید ہی کوئی بات تسلیم ہوتی ہو۔

**قلب سلیم کا کام** | پھر منطقی دلائل اور عقل و شعور جس بات کی تائید کریں اسے تسلیم کرنا قلب سلیم ہی کا کام ہوتا ہے، اور یہی قلب سلیم دالے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "قوم یعقلون" اور "اولوالالباب" جیسے مقدس اصنام سے قرآن پاک میں یاد فرمایا ہے، ان لوگوں کی طبیعت میں اس قدر لچک ہوتی ہے کہ وہ وضوح اور ظہور حق کے بعد اسے تسلیم کئے بغیر رہتے ہی نہیں ہیں، ایسے لوگ مسئلہ کو نہیں اس کے دلائل کو مقدم رکھتے ہیں اس لئے کہ مسئلہ دعوتے ہوتا ہے اور دلیل گواہ، جس طرح دعویٰ سے پہلے گواہ کا وجود و نزکیہ ضروری ہے

ایسی طرح مسئلہ سے پیشتر دلیل کا وجود انتہائی لازمی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اختلاف ایک قدرتی امر ہے مگر اس کا دلائل کی روشنی میں ہونا ضروری ہے، ورنہ وہ ایک قدرتی امر ہونے کی بجائے کج روی اور گمراہی قرار پائے گا۔

یہی حال زیر بحث مسئلہ کا ہے جس میں شیعہ صاحبان نے بلا دلیل اہنت سے اختلاف کر کے کج روی اور گمراہی اختیار کی ہے اہنت و جماعت کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو صحابہ حقیقی کہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے بھی افضل ٹھہرانا ایسے عقلی و نقلی دلائل کی بنا پر ہے جو لا جواب اور ناقابل تردید حیثیت کے حامل ہیں اس کے برعکس شیعوں کا خیال محض وہم کے سوا کچھ نہیں۔

یہاں دو باتیں خوب ذہن نشین رہیں  
ادل یہ کہ مسئلہ تفضیل حقیقی ہے اور

## مسئلہ تفضیل حقیقی ہے

قرآن و حدیث سے ثابت ہے بعض نادانوں سے سننے میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام برابر ہیں کوئی کسی سے مرتبے میں بڑھ کر نہیں سب یکساں مرتبہ رکھتے ہیں مولانا ظفر علی صاحب نے بھی اپنے مندرجہ ذیل شعر میں یہی کہا ہے

ہم مرتبہ ہیں یاران نبیؐ - کوئی فرق آپس میں ان چاروں میں

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم۔ اگر اس قول کی کوئی معقول تائید نہ کی جائے تو یہ قرآن و حدیث کی تکذیب اور

کفر ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے،

(ترجمہ) برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے

بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور

جانوں سے جہاد کرتے ہیں، اللہ نے اپنے

مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ

بیٹھنے والوں سے بڑا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

غَيْرِ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَالنَّفْسِ فِطْرًا

اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَالنَّفْسِ فِطْرًا

عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً طَوَّافًا

دَعَاَ اللَّهُ الْحَسَنُ ط وَنَضَّلَ اللَّهُ  
 الْجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا  
 عَظِيمًا ۝ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً  
 وَرَحْمَةً ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور اللہ نے  
 جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے  
 فضیلت دی۔ اس کی طرف سے درجے اور بخشش  
 اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان

ہے۔ (سورۃ نسا آیت ۹۵-۹۶)

اس آیت میں واضح ہے کہ بیٹھ رہنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں اور یہ کہ جو عذر کی  
 وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکے اگرچہ وہ نیت کا ثواب پائیں گے لیکن جہاد کرنے والوں کو عمل کی فضیلت ان  
 سے زیادہ حاصل ہے مگر ہیں سب جنتی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے،

وَيُؤْتِي كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ  
 ترجمہ: اور وہ ہر فضیلت والے کو اس کا فضل  
 دے گا۔ (سورۃ ہود۔ آیت ۱۳)

یعنی جس نے دنیا میں اعمال صالحہ کئے اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں اسے اللہ تعالیٰ عملوں کے  
 برابر درجہ دے گا یعنی جیسی کسی کی فضیلت عملیہ ہوگی اسے جنت میں ویسی فضیلت درجہ حاصل ہوگی۔

تیسری جگہ ارشاد ہے

وَلَا يَأْتِيكُمُ الْفَضْلُ مِنْكُمْ  
 وَالسَّعَةِ إِنْ يُوْتُوا إِلَّا مِنَ الْقَرِيبِ  
 (سورۃ نور آیت ۲۲)

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت  
 والے ہیں اور گنجائش والے قرابت والوں  
 کے دینے کی۔

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق اکبر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس میں اللہ  
 تعالیٰ نے آپ کو اولوالفضل (فضیلت والا) کہہ کر آپ کی فضیلت کو منصوص فرما دیا۔ ہمارا مقصود  
 بھی ثابت کہ صحابہ میں تفضل مسلم ہے،

چوتھی جگہ ارشاد ہے۔

(ترجمہ) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتنہ کے  
 سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے  
 بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتنہ کے خرچ اور  
 جہاد کیا اور ان سے اللہ جنت کا وعدہ  
 فرما چکا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں  
 کی خبر ہے۔

لَا يَتَّوِي مِنْكُمْ مَنِ الْفَقَّ مِنْ قَبْلِ  
 الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۗ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ  
 دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ الْفَقُّوْا  
 لِعَدَّةِ الْفَتْحِ وَقَاتَلُوا ۗ وَكَوَلَّا  
 اللَّهُ الْحُسَيْنِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا نَعْمَلُونَ  
 خَبِيرٌ (سورة حديد آیت ۱۰)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جن صحابہ کرام نے فتنہ تک سے قبل خرچ اور جہاد کیا جب کہ  
 مسلمان کم اور کمزور تھے وہی مہاجرین و انصار ہیں سے سابقوں اولوں ہیں وہ مرتبہ میں ان حضرات سے  
 بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتنہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا جب کہ مسلمان نسبتاً زیادہ اور طاقت ور تھے  
 اس آیت سے تفاضل صحابہ ثابت ہوا نیز چونکہ یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان  
 میں نازل ہوئی اس لئے آپ کی افضلیت کی دلیل بھی مٹھری۔

ان چاروں آیتوں سے صحابہ کرام میں تفاضل رتبی کا بین ثبوت ہے جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں  
 کر سکتا۔ اس طرح مسئلہ تفاضل کی حقیقت قرآن حکیم سے ثابت ہوئی۔ فَلَئِنَّ الْاٰمِرَ

## مسئلہ تفاضل حقوق عباد سے فضیلت اور افضلیت میں فرق

دوسری بات جو ذہن نشین ہونی چاہیے وہ یہ ہے  
 کہ مسئلہ تفاضل حقوق عباد سے ہے جس میں کوتاہی  
 ہوگی تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائے گا جب

تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے گا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:-

فضیلت (یعنی خود اچھا ہونے) اور افضلیت (یعنی دوسروں سے اچھا ہونے) میں زمین و آسمان  
 کا فرق ہے۔ فضیلت میں ضعیف حدیثیں بالاتفاق قبول ہوتی ہیں مگر افضلیت میں بالاجماع ناقابل قبول۔  
 ضعیف احادیث صرف وہاں قابل قبول ہوں گی جہاں نفع ہی نفع ہو نقصان نہ ہو اور جہاں ان کے قبول

کرنے سے حرام کا حلال یا حلال کا حرام ہونا لازم نہ آتا ہو اور نہ ہی کسی کا حق تلف ہونا ہو غرضیکہ وہاں کسی بھی صورت میں شرح کی مخالفت کا اندیشہ نہ ہو، انسان کے فضائل اعمال کے فضائل کی طرح ہیں جن بزرگوں کی فضیلت تفصیل یا اجمالی طور پر دلائل صحیحہ سے ثابت ہو اگر ان کی کوئی خاص صفت حدیث ضعیف میں آجائے اور کوئی حدیث صحیح اس کے خلاف نہ ہو اس حدیث ضعیف کا مقبول ہونا تو بالکل ظاہری ہے کیونکہ ان بزرگوں کی فضیلت جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو یہ حدیث ضعیف ان کے موافق ہی ہے جس کے ماننے سے فائدہ ہی نائدہ ہے

## فضیلت میں حدیث ضعیف

معتبر ہے مگر افضلیت میں نہیں

اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو اور نہ ہی حدیث ضعیف ہی فضیلت میں آجائے ساتھ ہی کسی حدیث صحیح کی مخالفت بھی نہ ہو وہ بھی معتبر و مقبول ہوگی

کیونکہ وہ کسی حدیث صحیح کی اگر موید نہیں مخالف بھی تو نہیں اس لئے فضیلت میں بلا شک و شبہ معتبر و مقبول ہوگی۔ مگر تفضیل کا مسئلہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں کسی کو دوسرے سے افضل ماننا ہے۔ یہ جب ہی جائز ہوگا جب خدا تعالیٰ در رسول اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع سے ہیں خوب معلوم ہو جائے۔

اس لئے کہ

یہ حقوق عباد سے ایک حق ہے شرعی اسباب و علل استحقاق پر غور کئے بغیر انکیس بند کر کے یوں ہی مصنوعی اور اندھی عقیدت کی بنا پر کسی کو افضل اور کسی کو مفضول قرار دینا اتلاف حق کا موجب ہو سکتا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے اور نسق بھی۔ جسے دوسرے حقوق عباد کی طرح خدا تعالیٰ بھی معاف نہ کرے گا، جب تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے بلکہ بلا علم و بلا ثبوت افضلیت کا حکم لگا دینے سے اگر عند اللہ غلطی ہوگئی کہ مفضول کو افضل اور افضل کو مفضول بنا دیا تو اس سے جہاں فریق اول کے حق میں ناجائز غلو اور انفراط ہوا، وہاں نہ صرف یہ کہ فریق ثانی کا حق ضائع ہوا بلکہ اس

شان میں تفریط و تفتیس بھی ہوئی جو کسی طرح جائز نہیں بلکہ حرام اور اشد حرام ہے۔

یہاں تین نیا حجتیں لازم آئیں بلکہ چار شمار کیجئے ایک تو فریقِ اول کی شان میں غلو دوسرے تحصیلِ حرام  
 رافضیوں کو مفضل بنانا، تیسرے تیس شانِ افضل اور چوتھے اس کے حق کی تضحیح و اذہان جو سراسر ظلم اور  
 خلافِ عدل و انصاف ہے کیونکہ افضل کہنا حق اس کا تھا، بلا اور کو بالخصوص زیر بحث مسلمہ میں جب کہ عقیدہ  
 میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تفضیل محقق و مثبت و مدلل و مجمع علیہ ہے اور اس کے خلاف سقیم و  
 ضعیف حدیثوں سے استدلال کیا جائے، جیسا کہ آج کل کے کم علم لوگ اس قسم کی حدیثوں سے استناد  
 کر کے حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دینے کی  
 کوشش کرتے ہیں جو شریعت کے صریح خلاف اور سنتِ پاک سے کلی انحراف ہے اسی لئے ائمہ کرام نے  
 ایسے تفضیلیوں کو بھی رافضی ٹھہرایا ہے، کما بینہ امامنا ابو حنیفہ زمانہ و حنیفہ  
 اوانہ الامام احمد رضا خان اسکندریہ اللہ تعالیٰ فی صدر الجنان فی کتابہ  
 الشریف مطلع القبرین فی ابانۃ سنیۃ العمرین بلکہ اگر بالفرض تفضیل صدیق اکبر  
 پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے خلاف کوئی حدیث صحیح آجائے تو وہ ضرور ضرور واجب التاویل سمجھ کر  
 خدا نخواستہ اس میں صلاحیت تاویل نہ ہو تو اسے تسبیح ہی نہ کیا جائیگا، کیونکہ حضرات شیخین سیدنا  
 ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی افضلیت تو ازواجہ سے ہے کوئی حدیث جو خبر واحد ہو کسی ہی  
 صحیح کیوں نہ ہو تو ازواجہ کے مقابلے میں نہیں آسکتی۔

بخاری کی ایک حدیث سے افضلیت صدیق اکبر  
 رضی اللہ عنہ پر ایک بردسنت اعتراض اور اس کا  
 بہترین جواب

ہماری مذکورہ بالا تحقیق  
 سے ایک زبردست  
 اعتراض بھی اٹھ جاتا  
 ہے جو بخاری کی ایک

حدیث سے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر وارد ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 بَيْنَا أَنَا نَأْسُمْ رَأَيْتُ النَّاسَ لِعُرْضُونَ  
 عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُصُّ مِنْهُمَا مَا يَلِغُ  
 الشَّدَى وَمِنْهَا مَا دُونَ ذَلِكَ  
 وَعَرَضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
 وَعَلَيْهِ قَيْصٌ يَحْرَهُ قَالُوا فَمَا  
 أَوْلَتْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ  
 الدِّينُ (صحيح البخاري ج ۱ ص ۵)

(کتاب الایمان)

فرمایا دین سے۔

(ترجمہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
 فرمایا کہ میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ وہ میرے  
 پیش کئے جا رہے ہیں جب کہ ان پر قمیصیں  
 تھیں کچھ لوگوں کی قمیصیں چھاتیوں تک تھیں  
 اور کچھ اس سے بھی کم اور عمر بن خطاب میرے  
 پیش ہوئے جب کہ ان پر قمیص تھی لمبی جسے  
 وہ زمین پر گھسیٹ رہے تھے صحابہ نے پوچھا  
 اپنے اس لمبی قمیص کی کس چیز سے تعبیر فرمائی؟

اہل علم جانتے ہیں کہ حدیث کے لفظ "النَّاس" میں عموم ہے جس میں صدیق اکبر رضی  
 اللہ عنہ کے شمول کا وہم بھی ہو سکتا ہے جس سے لازم آئے گا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دین میں  
 سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی زائد ہوں لہذا ان سے افضل ہوں گے؛

مگر ہماری گزشتہ تقریر اگر دل نشین ہے تو یہ وہم خود بخود مدفوع ہوتا دکھائی دے گا وہ یہ  
 کہ یہ حدیث خبر واحد ہے جس کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی متواتر اور اجماعی انصیبت سے تعارض واقع  
 ہوتا ہے اس صورت میں خبر واحد واجب التاویل ہے اگر تاویل کی صلا جہت نہ رکھتی ہو تو واجب الرد  
 ہوگی۔ مگر کچھ تعالیٰ البخاری کی یہ حدیث صراح تاویل ہے اور تاویل یہ ہے کہ یہ عام مخصوص عنہ البعض  
 ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو اترا جماع سے مخصوص ہیں اور یہ حدیث انہیں شامل ہی  
 نہیں ہے۔

البتہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور کی امت کے باقی سب افراد کو یہ حدیث  
 شامل ہے اور جو شمول عدم وجود مخصوص ہے، بلکہ اس کے برعکس اجماع و تواتر باقی سب افراد کے شمول و  
 عموم کا حامی و مؤید ہے، کیونکہ بالفرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد باقی حضرات پر حضرت عمر فاروق



رضی اللہ عنہ کی افضلیت کیخلاف کوئی صحیح حدیث بھی آجائے تو وہ بھی تو اتر اور اجماع سے مؤول ہوگی یا مردود۔

اسی حدیث کی شرح میں امام احمد قطلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَنْ سَلَّمْنَا التَّخْصِیصَ بِهِ فَهُوَ  
مَعَارِضٌ بِالْأَحَادِيثِ الْكَثِيرَةِ الْبَالِغَةِ  
دَرَجَةِ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ وَاللَّهِ تَعَالَى  
أَفْضَلِيَّةِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
فَلَا تَعَارِضُهَا إِلَّا حَادِثٌ  
سَلَّمْنَا التَّسَاوِيَ بَيْنَ الدَّلِيَّائِينَ  
لِئِنْ أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَ  
الْجَمَاعَةُ عَلَى أَفْضَلِيَّتِهِ وَهُوَ  
قَطْعٌ فَلَا يَعَارِضُهُ ظَنٌّ۔

ارشاد الساری الی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۶/۱۰۷

ترجمہ یہ یعنی اگر ہم اس حدیث کی فارق عظم  
کے ساتھ تخصیص تسلیم کر لیں تو یہ ان بہت سی  
حدیثوں کے معارض ہے جو تواتر معنوی کو  
پہنچتی ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی  
افضلیت مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں، سو اخبار  
احادان کا معارض نہیں کر سکتیں اور اگر ہم افضلیت  
کی دونوں دلیلوں کی برابری بھی تسلیم کر لیں  
لیکن اہل سنت و جماعت کا اجماع افضلیت  
صدیق پر قائم ہے اور وہ قطعی ہے لہذا  
خبر واحد مذکور ظنی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی  
فقد الحمد

الغرض سند افضلیت ہرگز فضائل کے قبیل سے نہیں ہے جن میں ضعیف حدیثیں قابل توجہ  
ہوتی ہیں بلکہ یہ عقائد تطعیر کے باب سے ہے جن میں ضعیف حدیثیں تو کجا رہیں احاد صحاح بھی قابل توجہ  
نہیں سمجھی جاتیں۔ کما هو مصرح فی المواقف و شرحہ۔

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ  
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبیوں

مسلک اہل سنت و جماعت کی روشنی میں

اور رسولوں کے بعد تمام مخلوقات الہی جنوں اور انسانوں کی طور پر افضل و اعلیٰ ہیں، علم تقویٰ اور معرفت  
الہیہ میں کوئی ان کے برابر نہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے اس پر اہل سنت و جماعت

کا اجماع و اتفاق ہے جسے تسلیم کئے بغیر کوئی شخص ہرگز ہرگز اہلسنت و جماعت سے نہیں ہو سکتا، اگرچہ وہ اپنے آپ کو سنی کہتا پھرے اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت عظمیٰ و امارت کبریٰ بلا فصل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس پر تازہ ہوئے، نیز اس پر جمہور اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عدا اللہ افضل و اعلیٰ ہیں ان کے بعد حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان حضرات کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کرنا اور ان کی زیر حکومت ہم تن فرماں برداری کرنا بھی بے سبب و بے ترتیب خلافت ان کے افضل ہونے کی بڑی دلیل ہے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انصافیت مطلقہ و کلیہ قرآن و حدیث اور اجماع اہلسنت جیسے ناقابل تردید دلائل سے محقق و مثبت ہے جنہیں بغور دیکھنے کے بعد ہر عقل مند مسک مہذب اہلسنت کی تحقیق و تصویب پر مجبور ہو جاتا ہے۔

## انصافیت اور قرآن حکیم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انصافیت کے ثبوت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات

پیش کی جا سکتی ہیں۔

(ترجمہ) اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا وہ جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ سسترا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو

وَسَيَجْزِيهَا  
الْآتِقِ الَّذِي

يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۚ وَمَا لِأَحَدٍ  
عِنْدَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا إِتِبَاعًا  
وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۚ وَلَسَوْفَ

سبک بلند ہے اور بے شک عنقریب  
وہ راضی ہوگا۔

امام بزار نے حضرت زبیر بن عوام سے، ابن جریر، ابن منذر، ابجرمی اور ابن ابی حاتم نے حضرت  
عروہ سے اور حضرت امام حاکم نے حضرت ابن اسحاق سے بسند خود روایت کیا ہے اور ساتھ ہی کہا  
کہ یہ روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے وہ یہ کہ یہ آئین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ  
کے بارے میں اتریں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

اجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ مِنَّا عَلَيَّ  
أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷)

یعنی مفسرین اہلسنت نے اس بات پر اتفاق  
کیا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی  
اللہ عنہ مراد ہیں۔

امام ابن جوزی نے بھی یہی کہا ہے اس میں لفظ اتقی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی  
افضیت ثابت ہوتی ہے جس کے معنی ہیں "سبک بڑا پرہیزگار" اور قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ جو سبک  
بڑا پرہیزگار ہے وہی سبک افضل ہے۔  
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

(سورۃ حجرات، آیت ۱۳)

(ترجمہ) بے شک اللہ کے ماں تم میں زیادہ  
عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے

شیعوں کا کہنا ہے کہ اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں  
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مراد ہونا ذوقی دلائل سے

ایک شیعہ کا ازالہ

ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن، سنت اور اجتماع مجتہدین سے بڑھکر کوئی ذوقی دلیل نہیں  
یہاں پر نہیں ایسے نام تامل تردید دلائل ہیں جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت علی کرم اللہ  
وجہہ نہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

# ناقابل تردید دلائل

جن کی بنا پر ان آیتوں کے مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

## دلیل اول

یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں کا مصداق بنانا اجماع کے خلاف ہے اور اجماع کے خلاف کرنا جائز نہیں، لہذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان آیتوں کا مصداق بنانا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وَمَا لَكُمْ لَا حَدِّ عِنْدَ اللَّهِ

## دلیل دوم

نِعْمَةٌ تَنْجِيكُمْ (یعنی اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں چکا بدلہ دیا جائے)

یہ بھی تائید کرتا ہے کہ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مراد لینے پر لازم آئے گا کہ ان پر کسی کا کچھ احسان نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بے شمار احسانات ہیں اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ان کے والد سے لے لیا تھا اور ان کی خود پرورش فرمائی ان کے خورد و نوش اور لباس وغیرہ جیسی ضروریات زندگی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کفیل تھے، اس کے برعکس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا بہت سا مال خرچ کیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا اعتراف فرمایا۔

یعنی ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ چمکا دیا، ابو بکر کے سوا پس بے شک اس کا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ اسے خدا تعالیٰ قیامت میں چمکائیگا

مَا لَكُمْ لَا حَدِّ عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا وَقَدْ كَفَيْنَاهُمْ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ تَائِيْدًا يَكْفِيهِ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا

نَفَعَنِي مَالٌ أَحَدٍ قَطُّ مَا  
 نَفَعَنِي مَالٌ أَبِي بَكْرٍ الْخ  
 اور کسی کے مال نے مجھے ہرگز اتنا نفع نہیں دیا  
 جتنا کہ ابو بکر کے مال نے مجھے نفع  
 دیا۔ الخ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیقؓ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں اس کے برعکس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا مال اہل و عیال اور جان تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دی، لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان آیتوں کے مصداق ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ٹھیک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں، دینی اور فردی

### ایک شہید کا ازالہ

احسان تو ہے اس کا بدلہ تو ان کو چکانا تھا لہذا وَمَا لَاحِدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ (ترجمہ گزر چکا ہے) کے مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں بن سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض بالکل بے کار اور لایعنی ہے کیوں کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دینی احسان ہے مگر اس کا بدلہ چکانا مطلوب نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرمادیا کہ

لَا آسَأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا

یعنی میں اس تبلیغ رسالت اور ارشادِ ہدایت پر تم سے کچھ عوض نہیں مانگتا۔ (شوری - آیت ۳)

اور وَمَا لَاحِدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ سے وہ نعمت اور

وہ احسان مراد ہے جس کا بدلہ چکایا جائے، جیسا کہ تجزی کے لفظ سے واضح ہے جو نعمت کی

صفت مخصوص ہے اور وہ دنیاوی احسان ہی ہو سکتا ہے، اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہو گا کہ

”اور اس پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ چکایا جائے“

لہذا اس آیت کے مصداق حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی ہو سکتے ہیں۔

2/6/25

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیت میں لفظ "الآتقی" کو عام رکھا جائے تاکہ یہ حکم ہر پرہیزگار کو شامل ہو

اس کا جواب یہ ہے کہ "الآتقی" اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا مقتضی اور موضوع لہ خصوص ہے عمومی لینے کے لئے "الآتقی" کو مجازاً اتقی کے معنی میں کرنا پڑے گا اور مجازی معنی اس وقت ممکن ہوگا جب اتقی کا اپنے معنی موضوع لہ یعنی خصوص میں استعمال متعذر اور ناممکن ہو کیونکہ اگر اصول فرماتے ہیں کہ حقیقت جب تک ممکن ہو مجازی معنی لینا جائز نہیں۔ لیکن یہاں حقیقی معنی ممکن ہیں لہذا مجازی معنی لینا جائز نہیں بلکہ سبب نزول اور اجماع مفسرین بھی اسے مجاز پر محمول کرنے کے حق میں نہیں ہیں اس لئے واجب ہے کہ "الآتقی" میں لام عہد خارجی کا قرار پائے اور اس کے معہود و مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں۔

لہذا آپ کی انصیبت قرآن سے ثابت رہی۔ نسلاً الحمد

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انصیبت میں قرآن کی دوسری آیت ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

## آیت نمبر ۲

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے بلند بالا پروردگار کی رضا جوئی ہی کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور ضرور عنقریب وہ راضی ہوں گے

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى  
وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے۔

بے شک ہیں اپنے رب سے ایک دن کا

إِنَّمَا نَطْعِبُكُمْ لَوْجِهِ اللَّهِ لَا

دربے جو بہت ترش نہایت سخت ہے

نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا

یعنی ہیں اپنے رب سے اس ترش اور نہایت

شُكْرًا إِنَّا خَافُ مِنْ رَبِّنَا

سخت دن کا ڈر ہے اس لئے ہم تم سے اپنے

يَوْمًا عَبُوسًا قَتَطِيرِيًّا

عمل کی جزا یا شکر گزاری نہیں چاہتے یہ عمل

(سورۃ دہر آیت ۱۰)

اس لئے ہے کہ ہم اس دن خوف سے امن میں  
رہیں۔

یہ اور اوپر کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما  
کا اپنا مال دینا خدا کے لئے تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہونے والی آیت بتاتی ہے  
کہ ان کا مال کو خرچ کر خدا اور قیامت کے دن کے خوف کے لئے تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
والی آیت یہ بتاتی ہے کہ وہ قیامت کے دن کے خوف سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف رضائے الہی  
کے حصول کے لئے مال خرچ کرتے تھے نہ آپ کو قیامت کے ترش سخت دن کا ڈر تھا اور نہ ہی ثواب  
سے کوئی غرض۔ بلکہ ذات باری تعالیٰ کی رضا جوئی آپ کا اولین اور آخرین مقصود تھا۔ لہذا حضرت ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل و اعلیٰ ثابت ہوئے۔

ان دو آیاتوں کے علاوہ دس آیتیں اور بھی ہیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضل ہونے  
پر شاہد عدل ہیں بخوف طالت انہیں نقل نہیں کیا جاتا۔

## افضیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

### اور احادیث شریفہ

افضیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل احادیث شریفہ پیش

کی جاسکتی ہیں۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے راوی  
ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے اور آپ کے مرض میں اضافہ ہو گیا تو

حدیث اول

آپ نے ارشاد فرمایا **مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ** کہ ابو بکر کو کہو لوگوں کو نماز  
پڑھانے یعنی میری جگہ لوگوں کا نماز میں امام بنے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ  
 بِالنَّاسِ كَمَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ كَمَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ  
 كَهْرُطَةٍ سَوِيَّةٍ تَوْفِرُ غَمًّا سَوِيَّةً وَهِيَ لَوْ كُنَّ نَمَازًا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ  
 اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَسْرِيَّ ابْنَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ كَمَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ  
 عائشہ تو ابو بکر سے کہہ دے وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر ام المومنین نے پھر وہی بات دہرائی تو آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَسْرِيَّ ابْنَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ كَمَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ  
 يُوْسُفَ كَمَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ ابُو بَكْرٍ سَعْدٌ كَمَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ  
 کی عورتوں کی طرح ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم بھیجا۔ حدیث  
 کے الفاظ ہیں :-

قَاتَاةُ الرَّسُولِ فَصَلِّ بِالنَّاسِ فِي  
 حَيَاتِهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 (صحیح بخاری مجتہباً ج ۱ ص ۹۳)

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا تو آپ نے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو  
 نماز پڑھائی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی  
 امامت حدیث متواتر سے ثابت ہے

یہ حدیث متواتر ہے، حضرت عائشہ  
 عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ  
 بن عمر، عبداللہ بن زمرہ، ابوسعید، علی بن ابی  
 طالب اور حفصہ بی بی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس حدیث کو حضرت  
 ابو بکر صدیق کی افضلیت مطلقہ، کلیہ، خلافت حقیقہ اور آپ کے سب سے زیادہ لائق امامت ہونے کی ٹھوس  
 دلیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں :-

قَالَ الْعُلَمَاءُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ  
 یعنی علماء کرام نے اس حدیث کے بارے میں



أَوْضَحَ دَلَالَةَ عَلِيٍّ عَلَى أَنَّ الصِّدِّيقَ  
أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ  
وَأَحَقَّهُمْ بِالْخِلَافَةِ وَأَوْلِيَهُمْ  
بِالْإِمَامَةِ (ص ۲۳)

کہا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرنے میں نہایت  
واضح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق سب صحابہ سے  
مطلقاً افضل، خلافت کے سب سے زیادہ مخدوم  
اور امامت کے سب سے زیادہ لائق ہیں، رضی اللہ  
عنه و عنہم اجمعین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
نے آٹھ روز تک نمازیں پڑھائیں!

امام ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں کہ امام  
ابن عدی، ابو بکر بن عیاش سے روایت کرتے  
ہیں کہ امیر المومنین حضرت ہارون الرشید نے  
ان سے فرمایا کہ اے ابو بکر لوگوں نے حضرت  
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین کیسے منتخب کیا؟ — انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین  
اللہ تعالیٰ خاموش رہا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مسلمان خاموش رہے،  
حضرت ہارون الرشید نے فرمایا — اے ابو بکر! قسم بخدا مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ اس سے  
تمہارا کیا مطلب ہے، — ابو بکر کہتے ہیں۔ میں نے کہا امیر المومنین یوں سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم آٹھ روز بیمار رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت اندس ہوئے عرض کی یا رسول اللہ آپ  
کی جگہ لوگوں کو نمازیں کون پڑھائے؟ فرمایا۔ ابو بکر سے کہو لوگوں کو نمازیں پڑھاتے رہیں تو حضرت ابو بکر صدیق  
لوگوں کو آٹھ روز نمازیں پڑھاتے رہے جب کہ اس دوران وحی بھی نازل ہوتی رہی (اگر خدا تعالیٰ کو حضرت  
ابو بکر کی امامت پسند نہ ہوتی تو وحی کے ذریعے منع فرمادیتا مگر ایسا نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ بات خدا تعالیٰ  
کو پسند تھی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے اور لوگ بھی رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کی وجہ سے خاموش رہے "فَأَعْجَبَهُ فَقَالَ يَا لَكَ اللَّهُ فِيمَا  
ص ۲۴ — یعنی ابو بکر بن عیاش کی یہ بات امیر المومنین کو پسند آئی تو خاموش ہو کر بولے خدا تجھ

ہیں برکت فرماتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کے پیچھے نمازیں پڑھیں

آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ بعض کی طرف سے بار بار مشورہ

عرض ہوا کہ وہ بہت رفیق القلب ہیں آپ کو مصلے پر نہ پا کر رو پڑیں گے اور ان سے نمازیں نہ پڑھائی جائیں گی۔ آپ ان کی بجائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمائیں مگر آپ نے ہر بار یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو ابو بکر ہی منظور ہیں، ان کے مشورے کو قبول نہ فرمایا۔ ملاحظہ ہو بخاری مجتبیٰ ج ۱ ص ۹۳۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی امامت کرتے رہے۔ اس طرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مقدس مصلے پر چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی دوسرا صحابی۔ حضرت عمر، حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہوتا یا کم از کم بھی ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رقت قلبی کے اندر کا مشورہ قبول فرما کر ان کی بجائے کسی دوسرے کو مقرر کر لیا نہ کیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضور کی نظر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی مثال ہی نہ تھا۔ اس لئے انہیں اپنا مصلے پسند فرمایا بلکہ خود بھی ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ چنانچہ امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ

علیہ فرماتے ہیں

حَدِيثٌ — وَرَوَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا تَرْمِذِي

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

ج ۱ ص ۱۲۸

پھر امام ترمذی دوسری حدیث نقل فرماتے ہیں

یعنی حضرت انس بن رضی اللہ عنہ سے

۲ — وَرَوَى عَنْ النَّبِيِّ

مَالِكِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَلَفَ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ قَاعِدٌ  
(ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

مردی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھے  
ہونے نماز پڑھی۔

پھر تیسری حدیث نقل فرماتے ہیں

۳ — عَنْ النَّبِيِّ قَالَ صَلَّى

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

مَرْضَاهُ خَلَفَ أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا

فِي الثُّرْبِ مَتَوْشِحًا بِهِ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

یعنی حضرت انس سے مروی ہے انہوں  
نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنی بیماری میں حضرت ابو بکر کے پیچھے بیٹھ کر ایک  
کپڑے میں نماز پڑھی۔ جسے بغل کے نیچے سے کر کے  
شانے مبارک پر ڈالا ہوا تھا۔

ان تینوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اسی طرح نسائی میں بھی دو حدیثیں ہیں۔

۴ — عَنْ النَّبِيِّ قَالَ اخِرُ

صَلَاةٍ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْقَوْمِ فِي ثَوْبٍ

وَاحِدٍ مَتَوْشِحًا خَلَفَ أَبِي بَكْرٍ

(نسائی ج ۱ ص ۱۲۶)

یعنی سب سے آخری نماز جو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کیساتھ ایک کپڑے  
میں پڑھی جسے آپ نے بغل کے نیچے سے کر کے  
شانے شریف پر ڈالا ہوا تھا۔ ابو بکر صدیق  
کے پیچھے تھی۔

دوسری حدیث میں ہے۔

۵ — عَنْ عَائِشَةَ

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ صَلَّى لِلنَّاسِ وَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

الصَّفِّ (نسائی ج ۱ ص ۱۲۶)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے  
کہ حضرت ابو بکر صدیق نے لوگوں کو نماز  
پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے  
صف میں تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی

## حدیثوں میں تعارض کا رفع

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپ مصلتے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مصلتے پر کھڑے رہنے کا اشارہ کیا۔ مگر آپ پیچھے آگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے حضرت ابو بکر صدیق سے پوچھا کہ جب میں نے تمہیں مصلتے پر کھڑا رہنے کا ارشاد فرمایا تھا تو تم پیچھے کیوں ہٹ آئے؟ آپ نے عرض کی کہ

مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ  
أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ج ۱ ص ۹۴)

ابو قحافہ کے بیٹے کو لائق نہ تھا کہ  
وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے  
نماز پڑھے۔

### حضرت ابو قحافہ کا مختصر تذکرہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کس نفسی  
کے طور پر اپنے آپ کو ابو بکر کہنے کی بجائے ابن ابی قحافہ کہا۔ ابو قحافہ آپ کے والد ماجد کی کنیت ہے  
ان کا نام عثمان بن عامر ہے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لانے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تاکہ شرف بیعت سے مشرف ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ "تم نے بزرگ کو یہاں آنے کی تکلیف دی اچھا ہونا کہ یہ اپنے گھر  
میں تشریف رکھتے ہم تمہاری تکریم و تعظیم سے وہاں ہی تشریف لے چلتے اور یہ مسلمان ہو جاتے" حضرت  
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یہ آپ کی خدمت میں پہلے آ ہی رہے تھے۔ پھر آپ نے انہیں  
مشرف بہ اسلام کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی عمر اس وقت کافی تھی۔ ان

کے سر اور واڑھی کے بال نہایت سفید ہو چکے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیاہ خضاب کو چھوڑ کر کسی دوسرے خضاب سے اسکے بالوں کی سفیدی کو بدل دو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ آپ ہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خضاب لگایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد بھی حیات رہے اور ان کے ترکہ سے چھٹا حصہ پایا اور انہیں کے بچوں کو واپس کر دیا۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی۔ آپ نے ۹۸ سال کی عمر میں ۱۲ھ ماہ محرم میں وفات پائی۔ آپ نے احادیث شریفہ بھی روایت کی ہیں۔ ————— اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶۲/۳۶۵

اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں جن میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے کو ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرائی اور حضرت ابو بکر صدیق مقتدیوں میں شریک ہو گئے مگر نسائی اور ترمذی کی احادیث ابھی گزریں کہ آنحضرت نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ آپ مقتدی تھے اور حضرت ابو بکر صدیق امام —————

یہ تعارض اور تضاد قائم ہو گیا جسے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے آخری ایام عمر میں بارہا نمازیں پڑھائیں۔ جن میں سترہ نمازوں کی صراحت تو بہت سی کتابوں میں موجود ہے، اس لئے اختلاف روایات کو اختلاف احوال و تعدد واقعات پر محمول کیا جائے۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادباً پیچھے ہٹ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک امامت کے فرائض انجام دے سکنے کے قابل ہوتی تو آپ اٹکے بڑھ جاتے اور اگر طبع شریف اس قابل نہ ہوتی تو آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلے پر ہی کھڑے رہنے کو باہر اصرار مجبور فرماتے تو وہ ————— الْأَمْرُ فَوْقَ الْأَدَبِ ————— کی رو سے تعمیل حکم کے نماز پڑھا دیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں ہی میں جسلوہ گزرتے۔

کما اشار الیہ الامام ابن حجر العسقلانی فی الفتح (فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

بہر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت اس کا منکر کوئی جاہل ہی ہوگا۔

چنانچہ انسان العیون میں امام ترمذی سے منقول ہے انہوں نے فرمایا: —

یعنی یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنی مرض و وفات میں حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اس کا

جابل ہی منکر ہوگا۔ جسے اس روایت کا کوئی

علم نہیں۔

ثَبَّتَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ مُقْتَدِيًا بِهِ

فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ثَلَاثَ

مَرَّاتٍ وَلَا يَنْكُرُ إِلَّا جَاهِلٌ لَا عِلْمَ

لَهُ بِالرَّدَايَةِ (الإنسان العیون ج ۳ ص ۱۲۶)

نیز ————— واضح ہو کہ اس میں تین نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے مگر لقیہ کی نفی نہیں ہے، لہذا

تین والی روایت سترہ والی روایت کے منافی نہیں ہوگی۔

بات تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ہو ہی تھی مگر ————— آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانے اور خود ان کے

پیچھے نمازیں پڑھنے کا ثبوت دینا اس بنا پر ہے کہ اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے

افضل ہونے کی تائید ہوتی ہے، اگرچہ امام کا ماموم اور مقتدی سے افضل ہونا ضروری اور یقینی نہیں تاہم

زیر بحث واقعہ ایک طرح کی خصوصیت کا حامل ہے وہ یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق کی رقت قلبی کے عذر پر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے امام بنانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی مگر آپ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو امام بنانے پر اصرار کرتے رہے اور دنیا سے رخصت ہونے، ان

کے سوا اور کسی کو اپنا سجادہ اور مصلیٰ سپرد نہ فرمایا اور اس کے خلاف مشورہ دینے پر ناگواری کا اظہار فرمایا

یہ اس امر کی یقینی دلیل ٹھہرتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں اور

صحابہ کا ان کے تبادل حضرت عمر فاروق کا اسم گرامی پیش کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے بعد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی سب صحابہ سے افضل ہیں۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

کہ اس حدیث سے حضرت ابو بکر صدیق کا

فِيهِ تَقْدِيمٌ أَبِي بَكْرٍ وَتَرْجِيحُهُ |

عَلَىٰ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ وَفَضِيلَةٌ  
عَمْرًا لَعَدَّةً (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۲)

سب صحابہ سے مقدم اور افضل ہونا ثابت ہوتا  
ہے اور یہ کہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی  
اللہ عنہ افضل ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہوتے کوئی

امامت نہ کرانے (حدیث ۱۲)

فرمایا کہ ابو بکرؓ کے ہوتے کوئی امامت نہ کرے۔

ہماری اس تقریر کی اس حدیث سے بھی  
تائید ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

چنانچہ ترمذی میں ہے:

یعنی جس قوم میں ابو بکر موجود ہوں ان  
کی امامت ان کے بغیر کسی مناسب نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
لَا يَنْبَغِي لِقَوْمٍ فِيهِمُ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يُؤْتَاهُمْ  
غَيْرُهُ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۸)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ المحققین امام الکاتبین، غوث الواصلین، ست العارفين  
سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شریف میں اور عمدۃ المحققین امام المحدثین حضرت مولانا  
علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل  
ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دین میں  
تمام صحابہ سے افضل ہیں تو خلافت میں انہیں  
کا مقدم کرنا بہتر اور افضل تھا۔

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَىٰ تَفْضِيلِهِ فِي  
الدِّينِ عَلَىٰ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ فَكَانَ  
تَقْدِيمُهُ فِي الْخِلَافَةِ أَوْلَىٰ  
وَأَفْضَلَ (لمعات)

علامہ علی قاری فرماتے ہیں

اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے  
کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے

دَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَىٰ أَنَّهُ أَفْضَلُ  
جَمِيعِ الصَّحَابَةِ فَإِذَا ثَبَتَتْ لِهَذَا

فَقَدْ ثَبَتَ اسْتِحْقَاقُ الْخِلَافَةِ وَلَا  
يَبْغِي أَنْ يُجْعَلَ الْمَفْضُولُ خَلِيفَةً  
مَعَ وُجُودِ الْأَفْضَلِ رِثْمَاتُ ج ۱

افضل ہیں جب یہ بات ثابت ہوگی تو ان کا  
سب سے اول مستحق خلافت ہونا ثابت ہو  
گیا اور یہ مناسب نہیں کہ غیر افضل کو افضل کے  
ہوتے خلیفہ بنایا جائے۔

ص ۱۵۲۸

واضح ہو کہ ہمارا موضوع کلام اگرچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کا اثبات  
ہے اور یہی آپ کے خلافت کے زیادہ اور اولاً حقدار ہونے کو لازم ہے اگر دوسرے دلائل سے صرف  
نظر کیا جائے تو یہی دلائل حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت و احقیت بالخلافة کیلئے کافی ہوں گے۔ کیونکہ  
دونوں میں تلازم ہے۔ تاہم ناظرین کرام آپ کے خلافت کے سب سے زیادہ اور اول حقدار ہونے کے دوسرے  
عقل اور نقلی دلائل ہماری تصنیف ————— "نیل الفضل بالخلافة بلا فضل" —————

میں ملاحظہ فرمائیں جو الشاء اللہ عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ہدیہ ناظرین ہوگی۔ اس میں قابل  
تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت بلا فضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی خلافت  
حق ہے۔ اس کے برعکس رد افضہ کا نعرہ خلافت بلا فضل خود رد افضہ ہی کے مذہب نامہذہب  
میں ممنوع و ملعون ہے (ملاحظہ ہوشیعوں کی معتبر کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" ص ۱۰۱، باب الاذان  
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

## افضلیت صدیق<sup>رضی</sup> میں تیسری حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
مردی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ارشاد فرمایا کہ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیفہ  
بتاتا تو ابو بکر کو بتاتا۔ اور لیکن وہ میرے بھائی  
اور ساتھی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ  
مَتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا  
لَا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ لَكِنْ أَخِي  
وَصَاحِبِي (بخاری ج ۱ ص ۵۱۶)



امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے — اَخِي فِي الدِّينِ وَصَاحِبِي فِي النَّارِ  
یعنی ابو بکر میرے دینی بھائی اور غار کے ساتھی ہیں۔

اس حدیث سے خلت کی اہمیت واضح ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سوا کوئی  
اس کا مستحق نہ تھا۔ اس سے آپ کی افضلیت ثابت ہوئی۔

خلت کا مقام محبت سے اونچا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ و  
فاطمہ الزہراءؓ وغیرہما جیسے کئی صحابہ کو محبوب تو قرار دیا مگر خلیل نہ فرمایا۔ بلکہ اس کے بارے میں فرمایا کہ  
اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کو خلیل بنانا تو ابو بکر کو بنانا۔

### ایک شبہ کا ازالہ

اگر کسی صاحب کو یہ شبہ لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حبیب  
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام "خلیل" ہیں۔ اگر خلت محبت سے افضل ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے؟  
اس کا جواب یہ ہے — کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ  
نے خلیل فرمایا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خلت سے نوازا۔

چنانچہ مسلم شریف میں ہے — وَقَدْ اخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا  
اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ بعض علماء کا  
محبت کو خلت سے افضل قرار دینا کما قال الامام العلام القاضي عياضی رضی اللہ عنہ  
فی کتابہ الشریف الشفام لائق نظر اور تامل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنا لیا۔

بلکہ امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی تفسیر میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ

عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ اخْتَدَىٰ خَلِيلًا كَمَا  
 اخْتَدَىٰ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَإِنَّهُ لَكُم  
 يَكُونُ نَبِيًّا إِلَّا لَهٗ فِي أُمَّتِهِ خَلِيلٌ  
 الْأَوَّلَاتِ خَلِيلِي الْبُؤْبُؤِ

مرقات ج ۵ ص ۵۲۵ و صواعق ص ۱

اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنا لیا جیسے  
 حضرت ابراہیم کو خلیل بنا لیا اور یہ کہ ہر نبی کا  
 اس کی امت میں ضرور ایک خلیل ہونا تھا  
 سو بے شک نبی میرا خلیل  
 ابو بکرؓ ہے۔

ایسی طرح امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر عربی سمرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں حضرت ابی بن  
 کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال سے  
 پانچ دن قبل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ارشاد فرمایا ہے تمہے کہ —  
 ”ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت سے اپنا ایک خلیل نہ بنایا ہو اور  
 بے شک میرے خلیل ابو بکر ہیں“ — مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۵۲۵ - و

ارشاد الساری شرح بخاری ج ۶ ص ۸۶ و مستخرج الباری ج ۷ ص ۱۱۲

## ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات شریفیہ سے پانچ روز قبل خلیل بنانے کا اعلان فرمانا  
 اس حدیث سے معارض ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جناب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پانچ روز پیشتر سنا آپ نے فرمایا کہ ”میں اس بات سے  
 بری ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو، میرا خلیل تو اللہ ہی ہے“ — یہ حدیث اوپر کی ان دو حدیثوں  
 سے معارض ہے جو ابوالامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ یہ تعارض کیسے رفع ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ — حدیث جناب رضی اللہ عنہ پہلے کی ہے اور سابقہ دونوں  
 حدیثیں بعد کی ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل مجدہ کی  
 شدت محبت اور اس کی تعظیم و تواضع میں اس کے علاوہ کسی اور کو خلیل بنانے سے برات کا اظہار فرمایا

جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس شوق و جذب اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم میں آپ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنانے کی اجازت بخش دی۔ لہذا آپ نے انہیں اپنا خلیل بنا لیا۔ جیسا کہ حضرت ابوامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۰ - ارشاد الساری ج ۴ ص ۸۶ و مرقات ج ۵ ص ۲۲۵)

## افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے امام بخاری روایت فرماتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

كُنَّا خَيْرَ بَيْنِ النَّاسِ فِي  
زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَخَيْرُ آبَاءِ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ .

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸)

یعنی ہم انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے تھے تو ہم حضرت ابو بکرؓ کو سب سے افضل بتاتے پھر عمر بن خطاب کو پھر عثمان بن عفان کو۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

یعنی ہم جب لوگوں کے ایک دوسرے سے افضل ہونے کی باتیں کرتے اور کہتے کہ فلاں سے فلاں افضل ہے تو اس سلسلہ میں ہم کہتے کہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ابو بکرؓ ہیں، پھر عمر فاروقؓ پھر عثمان غنیؓ۔ طبرانی کی روایت میں اس سے اگے ہے۔ فَيَسْمَعُ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ فَلَا يَتَكَبَّرُ (ارشاد الساری ج ۶ ص ۸۵) کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن ہے ہوتے تھے تو اس کا انکار نہ فرماتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے۔ کیونکہ یہ حدیث تقریری ہے یہاں پر امام قسطلانی اور امام عسقلانی فرماتے ہیں۔

اور سابق بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ تمام امت سے افضل ہیں امام شافعیؒ وغیرہ نے اس بات پر صحابہ و تابعین کا اجماع و اتفاق نقل کیا ہے۔

وَقَدْ اطْبَقَ السَّلَفُ عَلَى أَنَّهُ  
أَفْضَلُ الْأُمَّةِ حَكَى الشَّافِعِيُّ  
وَأُخَرُةُ إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالتَّالِعِينَ  
عَلَى ذَلِكَ - (ارشاد الساری ج ۶

ص ۸۵ - فتح الباری ج ۷ ص ۱۳۱)

## افضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم کسی کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے برابر نہ کرتے پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ دیتے انہیں ایک دوسرے سے افضل نہ کہتے۔

كُنَّا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِي بَكْرٍ  
أَحَدًا ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُمَانُ ثُمَّ نَتْرِكُ  
أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا فَاضِلَّ بَيْنَهُمْ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۳)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم بزرگی میں انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ سے کسی کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہ کرتے۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم کہا کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جیسا کہ ہوتے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور طبرانی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں ہم کہا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب امت میں افضل حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں، پھر عمرؓ پھر عثمانؓ۔ تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے ہوتے اور اس کا انکار نہ فرماتے۔ اور ابن سلیمان نے فضائل الصحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجلس سے حضرت ابو بکرؓ اور عثمانؓ کے چلے جانے کے بعد ہم کہتے یہ لوگ برابر ہیں

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنتے ہوتے اور انکار نہ فرماتے۔

## ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کے بعد

حضرت علیؓ کی افضلیت اہلسنت کا مستحق علیہ مسلک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ذکر نہ کرنا مسلک اہلسنت کے خلاف ہے حالانکہ مسلک اہلسنت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے ذکر نہ کرنے سے حضرت عثمان کے بعد ان کے افضل ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ (صواعق ص ۵۸) کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ عدم ذکر الشیء سے عدم الشیء لازم نہیں آتا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتماد شارع نہ ہو بلکہ اس کے بعد دلائل وقرائن کی فراہمی سے معرض اشاعت میں آیا ہو اور اس کا فریضہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتراض بعض روایات میں ثابت ہے (ملاحظہ ہو نسخ الباری ج ۱، ص ۱۳)

چنانچہ ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

— كُنَّا نَقُولُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ — (ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۸۵) — یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کہا کرتے

کرتے تھے ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ نہیں۔ یعنی ان کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں۔

حضرت علیؓ کی شہادت کہ بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ افضل ہیں

## افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث

حضرت مولیٰ علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے صاحب زادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا۔

أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ

صلى الله عليه وسلم قَالَ أَبُو بَكْرٍ

قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِيتُ

أَنْ يَقُولَ عُمَانُ قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ قَالَ

مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۱۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے۔ فرمایا ابو بکرؓ انہوں نے کہا میں نے دریافت کیا کہ پھر کون فرمایا عمرؓ اور مجھے ڈر لگا کہ کہیں اب عثمانؓ کا نام نہ لے لیں۔ تو میں نے کہا کہ پھر آپ افضل ہیں؛ فرمایا میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

امام ابن عساکر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اسی حدیث کو ایک اور سند سے

روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے محمد بن حنیفہ سے فرمایا — اِنَّ

الثَّالِثَ عُمَانٌ — کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد تیسرے دیے پر افضل حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ ہیں (ارشاد الساری ج ۲ ص ۹۳) (فتح الباری ج ۷ ص ۲۶)

حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ کا اپنے باپ سے یہ فرمانا کہ میں عام مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں تو واضح کے طور پر ہے ورنہ آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آپ اس وقت جب کہ آپ کے صاحبزادے نے یہ سوال کیا سب سے افضل تھے۔ کیونکہ آپ سے یہ سوال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا۔ اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ آپ ہی افضل ہیں چھٹی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے نام لینے سے پہلے کہہ دیا کہ پھر آپ افضل ہیں۔ مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن لیا تشفی ہو گئی۔

## مسئلہ افضلیت کے قطع وطنی ہونے کی نفی میں بحث

جمیع اہلسنت وجماعت تمام معتزلہ میں معتزلہ وکوفہ کے شیطان اولین اور کچھ متاخرین معتزلہ اور عبد الزقاق ایسے جملہ منصفین شیعہ کے

افضل البشر بعد الانبیاء

نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں اور عام شیعہ و متاخرین معتزلہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا امام ابو الحسن شاعری و امام شافعی و حضرت مجدد الف ثانی و حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و محدث علی قاری رضی اللہ عنہم کے نزدیک قطعی ہے۔ ملاحظہ ہو (مکتوبات ج ۲ ص ۱۳۰/۱۳۱ و السراجین للمحدث الدہلوی ص ۹۳ و البواقیت و الجواہر ج ۲ ص ۷۲ و الصواعق ص ۵۸ و شرح فقہ اکبر ص ۴۲) اور دلیل یہ کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے تفصیل کے منکر کو اسی کوڑوں کی سزا کا مستحق قرار دیا اور ظنی میں سزا نہیں ہوتی اس کے برعکس جمہور علماء کے نزدیک یہ تفصیل ظنی ہے قطعی نہیں۔

**سوال** جن حضرات کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی ہے وہ اس کے منکر کو کافر کیوں نہیں ٹھہراتے جبکہ قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے؟

**جواب** یہ ہے کہ ہر قطعی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اس اجمال کی تفصیل کے سلسلے میں قطعی کی قسمیں معلوم کرنا ضروری ہے۔

**مسائل قطعیہ کی قسمیں** مسائل قطعیہ اعتقادیہ ہوں یا عملیہ۔ دو قسم ہیں۔ اول وہ کہ ان میں دلائل کا تعارض و علماء کا اختلاف واقع نہ ہوا ہو اور ان کے

اثبات کے دلائل تاویل کا احتمال بھی نہ رکھتے ہوں جیسے توحید باری تعالیٰ اور اس کی صفات سیدہ کا اثبات وغیر ذلک اور ظاہر ہے کہ مسئلہ تفصیل اس قبیل سے نہیں ہے اور دوم وہ مسائل کہ ان میں علماء نے اختلاف کیا ہو اور دلائل تاویل کے محتمل بھی ہوں لیکن مجتہدین کی ترجیح اور جانبین کی طرف سے بحث و تہمید کے بعد اختلاف ختم ہو گیا اور مسئلہ کی ایک جانب منقطع و مقرر ٹھہری ہو۔ یہ قسم ابتداءً تو ہرگز قطعیت کی حامل نہیں لیکن بالآخر قطعیت پر منتج ہوتی جیسے آخرت میں دیدار خداوندی اور عدم خلق قرآن وغیرہا مسئلہ تفصیل اسی سے قبیل ہے کہ صدر اول میں اختلاف رہا صحابہ کی جماعت قلیلہ تفصیل سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی

قائل تھی اور اس سلسلے میں کچھ دلائل بھی دیے جاتے تھے جبکہ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما کے کچھ دلائل  
 محتمل تاویل و تخصیص بھی تھے لیکن بالآخر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہد معدلت میں اس  
 مسئلہ کی تشہیر و ترویج و تاکید و تقریر فرمائی گئی کہ دلائل میں تعارض ختم ہو گیا اور تفضیل شیخین رضی اللہ  
 عنہما کی جانب راجح و معین قرار پائی۔ اس سلسلے میں دلائل تو بہت ہیں مگر تنگی وقت حامل ہے  
 خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب کے اسی جلیل القدر اصحاب اہباب سید تفضیل شیخین کے راوی ہیں۔  
 اور تقریبات مختلفہ میں انہوں نے آنجناب کے اس مسئلہ کو سماعت فرمایا و ارقطنی اور دیگر محدثین  
 آنجناب مولا و محبوب کائنات رضی اللہ عنہ سے روایات صحیحہ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔  
 لَا يُفْضِلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ الْأَجَلَدِ ثُمَّ حَدَّ الْمَفْتَرِيَّ —  
 کہ جو شخص مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے گا میں اسے بہتان تراشی کی سزا دوں گا  
 آنجناب کے یہ الفاظ مسئلہ کی قطعیت پر بہ کمال صراحت رکھتے ہیں کیونکہ ظنیات میں  
 بالاجماع سزا نہیں ہے۔ گویا تفضیل کا منکر نہ صرف اہلسنت سے خارج و گمراہ ہے سزا و تعزیر  
 کا بھی مستحق ہے۔

نیز یاد رہے کہ کبھی مسئلہ اصل میں قطعی ہوتا ہے اور اس  
 قطعی الاصل و ظنی الکیفیتہ کی کیفیت کی تعیین ظنی ہوتی ہے جیسے صفات سبعہ کا  
 اثبات بلاشبہ قطعی ہے اور ان کا زائد بر ذات یا ان کا عین ذات یا لا عین ولا غیر ہونا ظنی  
 ہے اسی طرح عدم خلق قرآن کا مسئلہ قطعی ہے اور اس بات کی کیفیت کی تعیین کہ کلام نفسی  
 قدیم ہے یا الفاظ کلیہ بلا خصوصیات محل ظنی ہے و ہذا فی الاعتقادات۔ اب یہی صورت حال  
 عملیات میں ملاحظہ فرمائیے مثلاً حجۃ الوداع اصل حج کے اعتبار سے تو قطعی ہے مگر تعیین کیفیت  
 کہ قرآن تمنا یا تمتع یا افراد یہ ظنی ہے اس لئے اصل میں اتفاق کے باوجود اس میں علماء نے  
 اختلاف کیا ہے۔

مسئلہ تفضیل اسی قبیل سے ہے کہ اصل تفضیل قطعی ہے مگر نزاع و تعارض کے بعد اور



اس کی کیفیت کہ یہ تفضیل کس چیز میں ہے کثرت ثواب مع نفع اعظم فی الاسلام یا کسی دوسری چیز میں یہ طئی ہے اس میں قطع و یقین کسی طرف میں نہیں۔

**تفضیل تفضیل** | تفضیل کی بہت سی اقسام ہیں جن کی مختصر سی تفضیل یہ ہے کہ تفضیل کبھی

اصطفاً ہوتی ہے اس میں عمل کا تعلق نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کے بغیر

بعض کو بعض پر فضیلت بخش دیتا ہے جیسے بیت اللہ کو تمام بیوت اور حجر اسود کو تمام احجار

وسیلة القدر کو تمام لیالی اور جمعہ کے دن کو تمام ایام اور ماہ رمضان کو تمام مہینوں اور انبیاء

کو تمام امتوں پر فضیلت ہے۔ اور کبھی تفضیل تبعی لافوائی ہوتی ہے جیسے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریفیہ و ازواج مطہرات کو سب کی اولاد و ازواج پر فضیلت ہے

اور تفضیل بنی ہاشم بر جمع قبائل اس قسم کی تفضیل میں تو کسی طرح بھی نزاع و اختلاف نہیں۔ اور

تیسری تفضیل جزائی ہے عمل کے مقابلے میں وہو المتنازع فیہ اور دنیاوی امور مثلاً

قوت بدن و بلاغت لسان و حسن سیاست ملکیت میں تفضیل کا اصلاً اعتبار نہیں البتہ امور

اخروی مثلاً تقویٰ و دیانت میں تفضیل معتبر ہے۔ کما قال تعالیٰ ان اکرمکم

عند اللہ اتقاکم اور علم میں بھی کما قال تعالیٰ هل یتوی الذین یعلمون

والذین لا یعلمون۔ اور جہاد میں بھی کما قال تعالیٰ وفضل اللہ المجاہدین

على القاعدین اجر اعظیماً۔ اور حسن خلق میں بھی کما قال علیہ السلام

خیرکم خیرکم لاهلہ۔ اور کثرت محبت و کثرت ذکر الہی ان تمام امور میں مولا

محبوب کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل مگر شیخین کہ میں رضی اللہ عنہما

مولا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل ہیں۔

اگرچہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ افضل کے معنی یہ

ہیں کہ اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و

جاہ والا ہونا ہے اسی کو کثرت ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں نہ کہ کثرت اجر عمل کہ یہ بسا اوقات

**افضل سے کیا مراد ہے**

جاہ والا ہونا ہے اسی کو کثرت ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں نہ کہ کثرت اجر عمل کہ یہ بسا اوقات

مفضول کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ سیدنا امام مہدی کے ساتھیوں کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ ان میں ایک کیلئے پچاس کا اجر ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی کہ ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے پچاس کا؟ فرمایا بلکہ تم میں کے پچاس کا۔ تو اہل ان کا زاد ہوا مگر افضلیت میں وہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتے بڑھ کر ہونا تو کجا رہا۔ کہاں امام مہدی کی زناقت اور کہاں سید المرسلین و سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کا شرف۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے۔ جیسے بادشاہ نے اپنے وزیر اور دیگر افسران کو کسی مہم کے سر کرنے کو بھیجا اس کے فتح ہوتے پر ہر افسر کو ایک ایک لاکھ روپیہ انعام میں دیا اور وزیر کو اپنی خوشنودی اور قرب خاص کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ یہ ظاہر یہ سرٹیفکیٹ لاکھ روپے سے کم مالیت کا ہے بلکہ معمولی سی قیمت کا کاغذ ہوگا مگر اعزاز، شرف اور قرب سلطان کی رو سے لاکھ روپیہ اس کے سامنے بیچ ہے۔

کنا قالہ صدر الملکۃ و الشرعیۃ حکیم الامتہ المحمدیہ مفسقی السلام سیدی ابوالاعلام محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رضی اللہ عنہ فی کتابہ المبارک — "بہار شرعیۃ" ج ۱ ص ۷۳۔ نیز امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی افضلیت کو کثرت

ثواب اور نفع عظیم فی الاسلام سے تعبیر کیا اور فرمایا ہے  
انہا اکثر ثوابا و اعظم نفعاً  
للمسلمین و الاسلام (صواعق ص ۵۹)

مجدد اعظم اسلام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ المستند المعتمد بنار نجات الابد میں معنی افضلیت فرماتے ہیں — الافضلیۃ فی کثرة الثواب

و قرب رب الارباب ص ۱۹۷ والکرامۃ عند اللہ ص ۱۹۸۔ یعنی

افضلیت کثرت ثواب، قرب خداوندی اور بارگاہ ایزدی میں عزت عبارت ہے

خلاصہ یہ کہ تفصیل سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر جمیع قطععی از قبیل ثانی یا ظنی ہے جس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے تو یہ اہلسنت کے علامات میں سے ایک علامت ہے جس میں نہ پائی جاتے تو وہ سنی نہ ہوگا۔

### اہلسنت کی علامات

چنانچہ امام محمد بن محمد کوردی صاحب فتاویٰ بزازیہ

متوفی ۸۲۶ھ اپنی مشہور کتاب مناقب امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ اہلسنت کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا — تَفْصِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَ حَبَابَةُ الْخَنْزِيرِ الخ (ج ۱ ص ۱۳۲) یعنی حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو یکے بعد دیگرے سب صحابہ دانت سے افضل قرار دینا اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا۔ اہلسنت کی علامات سے ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے کے بارے میں امام صاحب نے توقف فرمایا لیکن جمہور اہلسنت کا یہی مسلک ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

(شرح سلم للٹودی ج ۲ ص ۳۴۲ باب فضائل الصحابہ)

”جس نے مجھے حضرت ابو بکر و عمر سے

افضل کہا میں اسے بہتان تراشی کی

سزا دوں گا“ — حضرت علیؑ

(حدیث ۶)

امام ذہبی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے ہیں جس شخص کا مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھے ان سے افضل قرار دیتا ہے تو وہ بہتان

تراشی کرنے والا ہوگا اور اسے وہی سزا ملے گی جو ایک بہتان تراش کو دی جاتی ہے۔ سزا اگر میں یہ سزا بہتان تراش کا یقینی پتہ چلانے سے پہلے دے سکتا تو ضرور دیتا۔ مگر میں جب تک بہتان

تراشش کا یقینی پتہ نہ چلا لوں اسے سزا دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اسی طرح امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا:۔۔۔۔۔

یعنی مجھے جس کسی کا علم سوا کہ وہ مجھے  
حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل  
سمجھتا ہے تو اسے میں بہتان تراشش کی  
سزا دوں گا۔

لَا حِجَّةَ أَحَدًا أَفْضَلَنِي  
عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدَّتُهُ  
حَدَّ الْمُفْتَرِي رِوَاغُتِ إِمَامِ  
ابن حجر مکی ص ۴۰

ابوداؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ  
عنه سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میری  
خدمت اقدس میں حاضر ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں  
سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق جنت  
میں داخل ہوں گے (حدیث ۷)

مجھے وہ جنت دکھائی جس میں میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ  
یا رسول اللہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں آپ کے ہمراہ ہوتا اور جنت کا مشاہدہ کرتا۔ آپ  
نے فرمایا:۔۔۔۔۔

سنو! اے ابو بکر میری امت میں  
سب سے پہلے تم ہی جنت میں داخل ہو  
گے۔

أَمَا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ  
مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي  
(ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۴۲۰)

حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔۔۔۔۔

یعنی اس حدیث میں اس بات کی  
دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
ساری امت سے افضل ہیں۔

وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ  
أَفْضَلُ الْأُمَّةِ (مرقات ج ۵  
ص ۵۲۹)

راقم الحروف محمد غلام سرور قادری رضوی عرض گزار ہے کہ اس حدیث سے آپ کے افضل الامت ہونے کی بنا آپ کا سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا ہے۔ اگر آپ ساری امت اور سب صحابہ سے افضل نہ ہوتے تو جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف آپ کو کیسے میسر آتا۔ نیز اس میں پریشاں بھی ہے کہ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں جس کے انعام میں آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے — وَالسَّالِقُونَ الْأَوَّلُونَ الخ — پھر جس طرح آپ دخول جنت میں سب سے اول ہوں گے۔ اسی طرح مراتب جنت میں بھی آپ سب کے سردار ہوں گے۔ کل امت سے افضل ہونے کا جو شرف آپ کو حاصل ہوا یہ دنیا کی زندگی سے محض نہیں ہے۔ بلکہ اسی طرح جنت میں بھی بعد از انبیاء آپ ہی سب کے سردار ہوں گے۔

## حضرت ابو بکر صدیقؓ کل جنتیوں کے

سردار — حدیث (۸)

چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت انس بن

مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا الْكُلِّ  
الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ  
إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ (ترمذی)

ج ۲ ص ۲۰۷

کہ ابو بکر و عمرؓ نبیوں اور رسولوں کے سوا  
سب اولین و آخرین اور صحابہ جنتیوں کے سردار  
ہیں۔

اسی طرح یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں خود حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ جامع  
صغیر میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علیؓ اور ابو جحیفہ رضی اللہ عنہما سے  
روایت کیا ہے اور امام ابو العلی نے حضرت انس سے اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر و ابو سعید  
خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور امام محب الدین طبری نے رباہن النصرة میں حضرت علی رضی

اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا تو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی اچانک آتے نظر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

یہ دونوں، بیٹوں اور رسولوں کے  
سوا سب اولین و آخرین اور پیر عمر جنتیوں کے  
سر دار ہیں۔ اے علی تم انہیں نہ بتانا۔

هَذَا مِنْ سَيِّدِ الْكُهُولِ أَهْلِ  
الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ  
مَّا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ لَا  
تُخَيَّرُهُمَا يَا عَلِيُّ (صحیح ترمذی ج ۲ ص ۲۰۶)

## ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ترمذی کی اس

حدیث کی سند میں ولید بن محمد موقری ہے اور وہ سند حدیث میں ضعیف ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے  
اعتراف کرتے ہوئے فرمایا ہے — الولید بن محمد الموقری لیضعف فی الحدیث  
(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۶) — کہ ولید بن محمد موقری حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث  
قابل قبول نہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ — فضیلت میں حدیث ضعیف قابل قبول ہوتی ہے جیسے کہ تحقیق

گزر چکی ہے لہذا یہ کہنا کہ یہ حدیث قابل قبول نہیں غلط ہے، علاوہ ازیں یہی حدیث امام ترمذی نے  
دوسری سند کے ساتھ اپنے شیخ یعقوب بن ابراہیم دورقی کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ  
عنہ سے روایت کی ہے اس میں کوئی ضعف نہیں ہے لہذا یہ حدیث معتبر قرار پاتی ہے واللہ الحمد۔  
یاد رہے کہ کہول ۳۲ سال سے ۵۱ سال تک کی عمر والے کو کہتے ہیں (قاموس ج ۲ ص ۲۶ د

منتہی الادب ج ۲ ص ۱۶)

## ایک اور سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ حضرت ابو بکر و عمر

رضی اللہ عنہما تو ادھیر عمر جنتیوں کے سر دار ہوئے جو انوں کے سر دار نہ ہوئے لہذا جنت میں ان کا سب

کا سردار ہونا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ جنت میں تو کوئی بھی ادھیڑ عمر کا نہ ہوگا۔ لہذا یہ کسی کے بھی سردار نہ ہونے  
 جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ جنت میں کوئی بھی ادھیڑ عمر نہ ہوگا، بلکہ سب جوان ہوں گے مگر  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے کہول کا لفظ استعمال کرنا ان کے کمال شان کی طرف اشارہ ہے  
 اس لئے کہ — کہول (ادھیڑ عمر والے) — جوانوں کی نسبت عقل و فراست کی رو سے تمام  
 افراد انسان سے زیادہ کامل و مکمل ہوتے ہیں۔ اور جنت کے درجے بھی عقل و فراست کے مطابق دیئے  
 جائیں گے۔ لہذا حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس حدیث کے مطابق دنیا کی طرح جنت  
 میں بھی تمام جنیتوں کے سردار ہوں گے، کہول کے لفظ کے استعمال فرمانے میں یہی معنوی وسعت ملحوظ  
 خاطر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہو جاتی ہے جسے امام احمد رضی اللہ  
 عنہ نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں —

یہ (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نبیوں اور  
 رسولوں کے بعد سب ادھیڑ عمر اور جوان جنیتوں  
 کے سردار ہیں۔

هَذَا اِنْ سَيِّدَا كَهْوَلِ اَهْلِ  
 الْجَنَّةِ وَشَبَابِ هَا لَعَدَا النَّبِيِّينَ  
 وَالْمُرْسَلِينَ (مرقات ج ۵ ص ۵۲۹)

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نبیوں اور رسولوں کے بعد تمام جنتی جوانوں کے سردار اور  
 حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بھی سردار ہیں یہی مسلک محقق اہلسنت  
 و جماعت ہے اور اسی پر اجماع و اتفاق ہے۔ کما مر تحقیقہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار ذریعہ و آسمان پر دو زمین پر

### احدیث (۱۹)

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا: —

مَا مِنْ نَبِيٍّ اَوَّلَهُ وَزَيْدَانِ فِي | کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے دو ذریعہ

آسمان میں اور دو وزیر زمین میں نہ ہوں  
پس آسمان والوں سے میرے دو وزیر  
جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں  
سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر  
ہیں۔

السَّمَاءِ وَذُرِّيَّانِ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ  
فَأَمَّا ذُرِّيَّتِي مِنَ أَهْلِ السَّمَاءِ  
فَجِبْرَائِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا  
ذُرِّيَّتِي مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُوبَكْرٌ  
وَعُمَرُ (صحیح ترمذی ج ۲ ص ۳۸)

اس حدیث کی شرح میں مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ اس حدیث میں اس بات کی کھلی دلیل  
ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دوسرے صحابہ سے  
افضل ہیں جب کہ صحابہ ساری امت سے افضل  
ہیں اور یہ کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر سے افضل  
ہیں رضی اللہ عنہما۔

فِيهِ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلَى  
فَضْلِهِمَا عَلَى غَيْرِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ  
وَهُمْ أَفْضَلُ الْأُمَّةِ وَعَلَى أَنَّ أَبَا  
بَكْرٍ أَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ

مرقات ج ۵ ص ۵۵

حرف داؤد ترتیب کا فائدہ دیتا ہے

راقم السطور سر ابا قصور محمد غلام سرور قادری  
رضوی عرض کناں ہے کہ اس حدیث سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حضرت عمرؓ سے افضل ہونے کی وجہ  
حرف داؤد ہے کیونکہ حرف داؤد اگرچہ جمع مطلق کیلئے ہے تاہم دانا متکلم کے کلام میں اس کے آنے  
سے ترتیب کا اثر معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ اس سے نہ تو کوئی نقص لازم آئے اور نہ ہی خلاف محظور۔  
نیز اسی طرح امام حاکم نے ابوسعید خدریؓ اور حکیم ترمذی نے ابوسہرہ رضی اللہ عنہما سے روایت  
کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

” آسمان والوں سے میرے دو وزیر ہیں اور زمین والوں سے  
دو وزیر۔ آسمان والوں سے دو وزیر جبرائیل و میکائیل اور زمین والوں سے  
دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔“



امام ابن عساکر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے (زمین پر) دو وزیر ہیں اور میرے دو وزیر اور میرے دو ساتھی ابوبکر و عمر ہیں۔ امام جلیل حافظ ابوالحسن علی بن نعیم بصری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوبکر آپ کے دائیں اور عمر بائیں بیٹھے تھے آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک مبارک کے حضرت ابوبکر کی پیٹھ پر رکھا اور بائیں حضرت عمر کی پیٹھ پر رکھا پھر ان دونوں سے فرمایا تم دنیا میں میرے دو وزیر ہو اور تم آخرت میں بھی میرے دو وزیر ہو، میری اور تمہاری قبریں اسی طرح پھیں گی جس طرح اس وقت اور اس حالت میں ہم بیٹھے ہیں۔ یعنی ہم تینوں ایک ہی جگہ سے اٹھیں گے۔ اور ہم تینوں اسی طرح رب العالمین کا جنت میں پدار کریں گے۔ (مرقات ج ۵ ص ۵۵)

## عرش کے پائے پر لکھا ہے

صاحب الابیاج اپنی سند کیا تھے راوی ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد رشید حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔

یعنی عرش کے پائے پر لکھا ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق آپ کے دو وزیر ہیں۔"

مَكْتُوبٌ عَلَى سَاكِنِ الْعَرْشِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَوَزِيرَا  
أَبِ بَكْرٍ وَالصِّدِّيقِ وَعُمَرُ الْفَارُوقِ  
(مرقات ج ۵ ص ۵۵)

امام سمرقندی رضی اللہ عنہ اپنی سند کیا تھے حضرت امام عبدالعزیز بن عبدالمطلب سے راوی ہیں انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے جبریل و میکائیل اور زمین والوں سے حضرت ابوبکر و عمر سے میری مدد فرمائی" (مرقات)

## پھر ترازو اٹھالی گئی۔ عجیب خواب حدیث ۱۰

امام ابو داؤد و ترمذی حضرت ابوبکر

سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آتے ہیں

میں بیان کیا کہ — پارسوں اللہ! میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو نازل ہوئی  
اس میں آپ کا اور ابو بکرؓ و عمرؓ کا وزن کیا گیا۔ آپ بھاری ہو گئے، پھر ابو بکرؓ و عمرؓ کا وزن کیا  
گیا تو ابو بکرؓ بھاری ہو گئے پھر عمرؓ اور عثمانؓ کا وزن کیا گیا تو عمرؓ بھاری ہو گئے۔ اور پھر ترازو  
اٹھالی گئی۔

اس خواب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا:  
خِلَافَةُ نَبِيِّكُمْ يَوْمَئِذٍ  
اللَّهُ الْمَلِكُ مَنْ يَشَاءُ (سورۃ مشکوٰۃ)

یعنی جو تو نے دیکھا یہ نبوت کی خالص  
خلافت ہے پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے

اس حدیث کی شرح میں مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے حضرت عثمانؓ سے  
بھاری ثابت ہو جانے کے بعد ترازو کے اٹھالے جانے کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ناراضگی کی خلافت  
کے بعد زوال آنا شروع ہو گا اور نئے سرے اٹھائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وَمَعْنِي رُحْمَانٌ كِلَيْهِ مِنَ الْآخِرِ  
فِي الْمِيزَانِ أَنَّ السَّرَاحِجَ أَفْضَلُ  
مِنَ الْمَرْجُوحِ (مرقات ج ۵ صفحہ ۵۵)

اور ہر ایک کے دوسرے سے وزن میں  
بھاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بھاری ہونے والا  
اس سے افضل ہے۔ جس سے وہ بھاری ہوا۔

اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ایک دوسرے سے وزن اس لئے نہ کیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ  
عنه کی خلافت سابقہ خلفاء کے مقابلہ میں سب کے اجماع و اتفاق سے نہ تھی، بلکہ اس میں صحابہ کا اختلاف  
ہو گیا تھا کچھ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرنے تھے اور کچھ تسلیم نہ کرتے تھے اور یہ وہی  
حضرات تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیساتھ شامل تھے۔ اگرچہ اس اختلاف میں اہلسنت و جماعت  
کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے سامنے خطا پر  
تھے، مگر یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عند اللہ مواخذہ سے بری بلکہ ایک  
ثواب کے مستحق تھے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہونے کی وجہ سے دو ثواب کے مستحق۔  
اس مسئلہ کی سیر حاصل بحث انشا اللہ عنقریب آئیگی۔ پھر اس خواب کی تاویل میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا کہ ————— "یہ نبوت کی حقیقی اور خالص خلافت ہے پھر جس کو خدا چاہے بادشاہت دے" ————— مطلب یہ ہے کہ خلافت نبویہ خالصہ جو نبوت کا پورا پورا عکس ہوگی اور جس میں نبوت کی مکمل جھلک ہوگی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔ اور ان کے بعد حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت میں نبوت کی وہ پوری جھلک نہ ہوگی اور نہ ہی وہ عکس کامل باقی سے گار۔ بلکہ ان کی خلافت میں بادشاہت کا کچھ شائبہ شامل ہو جائے گا اور اختلافات و تشدد کے طوفان اٹھائیں گے۔ قالہ الامام الطیبی رضی اللہ عنہ (مرقات ج ۵ ص ۱۵۵)

### حدیث ۱۱

امام عبد بن حمید نے اپنی سند میں اور امام نعیم وغیرہ کئی ایک سندوں کیساتھ حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ وہ یعنی حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اُگے اُگے چل رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو دردا سے فرمایا کہ "اے ابو دردا! تم ایک ایسے شخص کے اُگے ہو کر چل رہے ہو جو تم (سب) سے افضل ہے" ————— پھر فرمایا: —————

یعنی اللہ کی قسم نبی کے سوا سوج نے کسی ایسے شخص پر نہ طلوع کیا ہے اور نہ غروب کیا ہے جو ابو بکر سے افضل ہو۔

قَوْلَ اللَّهِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ  
وَلَا غَرَبَتْ عَلَى أَحَدٍ أَفْضَلَ  
مِنْ أَبِي بَكْرٍ رِوَاغِثُ ص ۶۸ وَخُلَاصَةُ  
الابولوی ص ۱۲۴ وَحَاشِيَةُ خِيَالِي ص ۱۲۴

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لیکر آج تک غیبوں کے سوا کوئی ایسا پیدا ہی نہیں ہوا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں ————— مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ

النَّبِيِّ وَالْمُرْسَلِينَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ ————— کہ نبیوں اور رسولوں کے بعد سوج نے کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں کیا جو ابو بکر صدیق سے افضل ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں —

مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى أَحَدٍ  
مِنْكُمْ أَفْضَلَ مِنْهُ

کہ سورج تم میں سے کسی ایسے شخص پر  
طلوع نہیں ہوا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

والطبرانی وغیرہ بالسند والہ شواہد بالصحة وإشاراً الامام ابن کثیر الی صحیحہ (صواعق ص ۶۸)

اس حدیث میں تو افضل ہونے کی نفی ہے جس سے مساوات  
فی الرتبہ بھی ثابت ہو سکتی ہے — اس کا جواب یہ ہے

ایک سوال و جواب

کہ یہ سوال لغت پر مبنی ہے جو کہ عرف کے خلاف ہے۔ عرف کی رو سے یہی معنی ہو گا کہ  
سیدنا صدیق اکبر سب سے افضل ہیں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ

جب عرف و لغت میں تعارض ہو تو ترجیح عرف کو ہوگی کہ جب محاورہ میں کہا جائے  
کہ — لیس فی هذا

البلد احد افضل من زید — کہ اس شہر میں زید سے کوئی افضل نہیں — تو اس  
کا مفہوم لغوی تساوی کا نہیں بلکہ مفہوم عرفی افضلیت کا لیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ حسن علی حاشیہ  
شرح مواقف میں فرماتے ہیں — والعرف اذا عارض اللفظ كان الترجیح للعرف  
(شرح مواقف ج ۸ ص ۳۶۶) — نیز شرح تخرید میں ہے — ان الغالب من حال

کل اثنين هو التفاضل دون التساوی فاذا نفی افضلیة احد هما ثبت افضلیة  
الآخر (شرح تخرید مجتہد الہیات ص ۶۹) — یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے حال سے غالب تفاضل  
ہے تساوی نہیں تو جب ان میں سے ایک کی افضلیت کی نفی ہوئی تو دوسرے کی افضلیت  
ثابت ہوگی۔ اس قاعدہ سے یہاں مفہوم عرفی معتبر ہوگا — نیز حدیث کا عمل درود  
اور واقعہ حضرت ابی وزرارہ بھی مفہوم عرفی کا ہی موید ہے —

محاورات اور کلام کے سیاق کا یہی تقاضا ہے کہ — اس حدیث کو  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل بنایا جائے۔ اسی لئے علم کلام کے ماہرین

علماء نے اس حدیث سے یہی استفادہ کیا ہے چنانچہ علامہ فہامہ شمس الملک والدرین امام احمدی  
موسیٰ المعروف علامہ خیالی متوفی ۸۶۰ھ شرح عقائد کے حاشیہ میں اس حدیث کے  
تحت فرماتے ہیں

وَمِثْلُ هَذَا السُّوقِ لِاثْبَاتِ  
أَفْضَلِيَةِ الْمَذْكُورِ وَبِهِ لَيُظْهِرُ  
أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَفْضَلُ مِنْ  
سَائِرِ الْأُمَّةِ الْبَيِّنَاتِ (حاشیہ خیالیہ ص ۱۴ طبع مصر)

یعنی کلام کا اس جیسا سیاق شخص مذکور کی  
افضلیت کے اثبات کے لئے موافق ہے اور  
اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق  
رضی اللہ عنہ باقی امتوں سے بھی افضل ہیں۔

اور وجہ ظہور یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث شریف  
مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ الْيَوْمَ — میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غیر کی افضلیت کی نفی کو سورج  
کے طلوع وغروب پر معلق فرمایا تو اس سے عموم حاصل ہو گیا، کیونکہ طلوع آفتاب اس امر سے محقق  
نہیں ہے بلکہ باقی امتوں پر بھی آفتاب کا طلوع ہوا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
عموم کلام پاک سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ صرف اس امر سے بلکہ تمام امتوں سے بھی  
افضل قرار پاتے ہیں۔ والحمد للہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے بارے  
میں بھی تو فرمایا ہے کہ — مَا طَلَعَتِ

## ایک سوال اور جواب

الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ — لہذا یہ اس حدیث کے خلاف ہوگی جو حضرت  
ابو بکر کی شان میں وارد ہوئی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی  
شان میں وارد حدیث مذکور علی الاطلاق ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث  
جسے امام ترمذی تھے صحیح ترمذی میں روایت کیا ہے (ص ۲۹۹) حضرت ابو بکر کے زمانہ کے بعد  
محمول ہے لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی مخالفت اور تعارض باقی نہیں رہتا۔ والحمد للہ

## مسئلہ تفضیل میں تھانق کا نفع

کسی کی افضلیت کے تعین کے لئے دو طریقے ہیں اول شارع علیہ السلام کی طرف سے

نص ہو شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل میں جو نصوص وارد ہیں ان میں غور و خوض کرنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق کی افضلیت متعین ہو جاتی ہے بلکہ ان کی افضلیت میں لفظ افضل و خیر مدعی میں تصحیح کے طور پر معزز و مشہور ہیں کیونکہ لفظ افضل و خیر جو کہ مدعی میں نص ہے حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں صحیح و مشہور و مسلم ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں لفظ سید و احب وارد ہوا ہے وہ ان کی افضلیت کے لئے نص کی حیثیت نہیں رکھتا جیسا کہ آگے چل کر اس قسم کے تمام اعتراضات کے جوابات مذکور ہوں گے، دوسرا طریقہ ان اعمال و خدمات اسلام کا تتبع اور جائزہ لینا کہ دلیل افضلیت قرار پاتے ہیں تو اس لحاظ سے بھی حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق ہی حضرت علی مرتضیٰ سے افضل قرار پاتے ہیں رضی اللہ عنہم

محققین اسلام و مفکرین شریعت نے

افضلیت کی بنیاد سات عملوں پر رکھی ہے

## افضلیت کی بنیاد سات عملوں پر

جہاد۔ علوم عامہ۔ علوم قرآنیہ۔ تقویٰ و اتباع شریعت۔ زہد۔ صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ۔ حسن سیاست۔ افضل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام امور میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑھ کر ہو۔ اگر ہم ان سات امور میں حضرات شیخین یعنی ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تقابل جائزہ لیں تو حضرات شیخین حضرت علی سے ان تمام امور میں بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پھر ان کی افضلیت سے انکار کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔

جہاد یقیناً و قطعاً معیار افضلیت ہے، قرآن میں

## جہاد میں شیخین کی افضلیت

فضل الله المجاهدين باموالهم  
والنفسهم على القاعدین درجۃ  
وكلما وعد الله المحسنی وفضل الله  
المجاهدين على القاعدین اجرا  
عظیما درجاتٍ منه و مغفرة و  
رحمة و كان الله غفورا رحيما  
(سُورَةُ النَّارِ آيَةُ ۹۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور  
جانوں سے جہاد کرنے والوں کا بیٹھنے والوں  
سے درجہ بلند کیا ہے اور اللہ نے سب کے  
بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ جہاد  
والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے  
فضیلت دی ہے اس کی طرف سے دیکھ  
اور بخشش اور رحمت بخشنے والا جہربان ہے

شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جہاد میں شیخین سے انصافیت  
حاصل تھی لہذا وہ افضل ہوئے۔

ہم کہتے ہیں جہاد کی تین قسمیں ہیں اول — جہاد باللسان

یعنی جہاد زبانی کہ اسلام کا پیغام پہنچانا، شریعت کے

## جہاد کی تین قسمیں

احکام سمجھانا اور وعظ و نصیحت کرنا، ترغیب و ترہیب اور حقانیت اسلام و صداقت

مسک پر دلائل قائم کر کے مخالفین کے شکوک و شبہات کو رفع کرنا — دوسرا وہ

جہاد جو جنگ کے وقت ہوتا ہے مثلاً عمدہ تدابیر سوچنا اور اچھی رائے قائم کرنا مخالفین

کے دلوں میں رعب ڈالنا، عملی طور پر جنگ میں حصہ لینے کے لئے مجاہدین تیار کرنا اور اپنی

فوج کو بڑھانا اور مال و دولت خرچ کر کے آلات جہاد فراہم کرنا اور فوج کے لئے مناسب

سوار لوہوں کا بندوبست کرنا اور طرح طرح کے منصوبوں سے مخالفین اسلام کی جمعیت کو منتشر

کر کے ان کی اجتماعی قوت کو کمزور کرنا — تیسرا — جہاد بالید — اور تلوار

بند و قمانتہ میں لیکر میدان کارزار میں پہنچنا اور دست بدست لڑنا ہے۔

اگر غور کیا جائے — تو معلوم ہوگا کہ جہاد کا یہ تیسرا قسم پہلے دو قسموں سے کم تر

مرتبہ رکھتا ہے، اور پہلے دو قسموں کے مقابلہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ آنحضرت

کو بھی جہاد کرنے کا حکم تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے —

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ  
وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

یعنی اے نبی محترم کافروں اور منافقوں  
سے جہاد فرمائیے اور ان پر سختی کیجئے۔

رسورت توبہ آیت ۷۳ و سورت تحریم آیت ۹

اور دوسری جگہ آپ کو یوں حکم ہوتا ہے —

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ  
یعنی اے نبی محترم اللہ تعالیٰ کی راہ  
میں لڑیئے۔

رسورت نسا آیت ۸۴

اور خوب روشن کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باوجود جہاد کے تیسرے قسم  
سے بنفس نفیس مصروف نہیں ہوئے البتہ پہلے دونوں قسم کے جہادوں میں بنفس نفیس شامل  
شامل ہے۔ لہذا ہر صورت جہاد کے وہی دونوں قسم افضل و اعلیٰ سمجھے۔

اب انصاف سے دیکھا جائے تو حضرات شیخین جہاد کے ان دونوں قسموں میں تمام صحابہ  
سے پیش پیش رہے کیونکہ ابوبکر صدیق ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے امتی ہیں  
جنہوں نے اپنی دعوت پر سب سے پیشتر تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ انہی کی تبلیغ سے اکابر  
عمدہ صحابہ نے اسلام قبول کیا اور آپ ہمیشہ اسی تبلیغ میں مصروف رہے اور اس سلسلہ میں  
زبردست مصائب و آلام برداشت کئے۔ بلکہ آنحضرت کی مدافعت کرتے ہوئے قریش  
کے بے حد تشدد کا بار بار نشانہ بنتے اور لہو لہان ہوتے رہے۔ اور حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ جس روز اسلام لائے اُس روز ہی سے اسلام کو ظہور کا موقع ملا اور  
عبادات اسلام جو پویشیدہ انجام پاتی تھیں مکہ میں علانیہ ہونے لگیں۔ کفار مکہ جو مسلمانوں  
پر باز کی طرح چھپتے تھے اب اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے اور دونوں حضرات  
سے اسلام کو وہ قوت و غلبہ حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا ذریعہ  
مشیر بنا لیا۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ



حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ نَبِيٍّ اَوَّلَهُ دُزِيرَانِ مِنْ  
اهْلِ السَّمَاءِ وَدُزِيرَانِ مِنْ اَهْلِ  
الْاَرْضِ فَاَمَّا دُزِيرَايَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ  
فَجِبْرِيْلُ وَهِيَكَائِلُ وَاَمَّا دُزِيرَايَ مِنْ  
اهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

(صحیح ترمذی ج ۲ ص ۱۰)

یعنی ہر نبی کے آسمان والوں سے  
دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں سے  
دو وزیر ہوتے ہیں۔ پس آسمان والوں  
سے میرے دو وزیر جبریل و میکائیل علیہما  
الصلوة والسلام ہیں اور زمین والوں  
سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں رضی اللہ  
عنہما

اور یاد ہے کہ — وزیر ایسے لوگوں کو بنایا جاتا ہے جو علم و فضل اور باقی  
صلاحیتوں میں اپنے تمام معاصرین سے بڑھ کر ہوں جیسے جبرائیل و میکائیل تمام فرشتوں  
سے افضل ہیں اسی لئے حضور کے وزیر میں اسی طرح حضرات شیخین تمام صحابہ و باقی امت  
محمدیہ سے افضل ہیں اسلئے نگاہ نبوت نے وزارت جیسے اہم عہدہ کے لئے ان کا انتخاب فرمایا

اور انہی حضرات کی جاشاری  
اور خدمت گزاری سے حضور

ابوبکر و عمر میرے کان اور آنکھیں ہیں (الحديث)

صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر متاثر ہوئے کہ ان حضرات کو اپنے کان اور آنکھیں قرار دیا۔ چنانچہ  
اہم ترمذی نے اپنی ترمذی اور امام حاکم نے مستدرک میں اس کی صحت کا قول کرتے  
ہوئے حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے اور امام طبرانی نے حضرت عمرو ابن عمر رضی اللہ عنہم  
سے روایت کیا۔

بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کو دیکھا  
تو فرمایا کہ یہ دونوں (میرے لئے) کان اور

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى  
ابا بكر وعمر فقال هذا ان السمع  
والبصر

نہ نکھیں ہیں۔

دوسری حدیث میں جسے امام ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے جابر سے اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

یعنی ابوبکر و عمر میری نسبت لیے ہیں  
جیسے کان اور آنکھ سر کی نسبت

البو بکر و عمر منی بمنزلة السمع  
والبصر من الرأس (صواعق ۷۵)

غرض کہ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہم میں حضرات شیخین سے مشورہ فرماتے تھے، معاملہ خواہ امن کا ہو یا جنگ کا ان کے مشورہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتا تھا مسلمانوں کو متحد رکھنے، دشمنان اسلام کو متفرق و منتشر کرنے اور اسی طرح کے بڑے بڑے کارنامے حضرات شیخین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں انجام دیئے، عالم اسلام کو متحد رکھنے، دشمنان اسلام کے تیرازے کو بکھیرنے اور اسلام کے غلبہ و فتح و نصرت سے متعلق ان کی تدابیر آنحضرت قبول فرما کر عمل جامہ پہنانے کا حکم دیتے تھے، تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ حضرات شیخین نے متفق ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی مشورہ پیش کیا ہو اور آپ نے اسے قبول نہ کیا ہو۔

نیز — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بہادر ہونے کے باوجود پہلے دو قسم کے جہادوں میں مصروف ہے اور تیسرے قسم کا جہاد نہ فرمایا — اس سے معلوم ہوا کہ وہی دو جہاد افضل ہیں ان میں مصروف ہونے والا یقیناً افضل المجاہدین کہلانے گا حضرات شیخین ان دونوں جہادوں میں تمام صحابہ سے بڑھ کر مصروف ہے — لہذا ان کا جہاد افضل ہوا۔ اس طرح جہاد میں بھی حضرات شیخین ہی حضرت علی سے افضل ہوتے نیز تیسرے قسم کے جہاد کے لئے بھی جب کہیں فوج بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو اکثر و بیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی سردار و کمانڈر بنا کر

بھیجا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی تیسرے قسم کے جہاد میں خوب حصہ لیا۔

امام بزاز رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند میں  
**سب سے زیادہ بہادر ابو بکر تھے (حضرت علی)**  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت

کہتے ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا تھا وہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ کسی نے کہا آپ  
 آپ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑوں سے لڑا ہوں یہ کوئی بہادری نہیں ہے۔ لیکن  
 مجھے بتاؤ سب سے بڑا بہادر کون ہے جو اپنے سے زیادہ قوی سے لڑا اور ہر میدان میں  
 غالب رہا۔ — لوگوں نے کہا۔ ہم نہیں جانتے — آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق  
 پھر آپ نے فرمایا کہ —

”جنگِ بدر کے روز ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سایہ بنا دیا  
 جس کے نیچے آپ جلوہ فرماتے، اور مشرکین و کفار کا زیادہ زور اسی طرف تھا۔ ہم نے آپس  
 میں مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کون ٹھہرے تاکہ مشرکین و کفار کو آپ  
 کی طرف نہ بڑھنے دے، تو ہم میں سے ابو بکر صدیق کے سوا کسی کو یہ جرات نہ ہوئی۔ حضرت  
 ابو بکر صدیق تلوار لے کر حضور کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب مشرکین آپ پر پکتے کہ  
 آپ کو شہید کر دیں تو حضرت ابو بکر صدیق ان پر لوٹ پڑتے اور مار مار کر بھگا دیتے۔“  
 پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ —

ابتداءً اسلام میں ایک روز قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ  
 لیا۔ اور آپ پر حملہ کر دیا اور آپ سے لڑتے جاتے اور کہتے جاتے تھے کہ —  
 ”تم مہی جو، ہمارے خداؤں کو برا بتا کر ایک خدا کے داعی بن گئے ہو“  
 ہم سب دیکھ رہے تھے اور ہم میں سے کسی کو قریب جانے کی بہت نہ ہوئی۔ مگر ابو بکر  
 صدیق ڈھاں اڑ کر پہنچ گئے اور اپنی جان کی پرداہ کئے بغیر قریش پر لوٹ پڑے اور  
 مار مار کر انہیں بھگاتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ —

سعد اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے بارہا نہایت بے جگری سے کفار کے ساتھ دست بردستی بھی لڑے۔

تہیں ہلاکت آئے تم ایک ایسے شخص کی جان کے درپے ہو گئے ہو جو خدائے  
واحد والا شریک کو اپنا پروردگار مانتا ہے۔

پھر حضرت علیؑ کو مٹا دیا اور وہ اتنا روئے کہ آپ کی دائرہ مبارک تو ہو گئی اور فرمایا کہ  
تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ کہ قوم فرعون کے مومن جو موسیٰ علیہ السلام پر پختہ ایمان لائے تھے  
بہتر ہیں یا قوم قریش کے ابو بکر صدیق؟

لوگ خاموش رہے پھر خود ہی فرمایا

تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔۔۔ قسم سبحان ابوبکر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قوم  
فرعون سے موسیٰ پر ایمان لانے والوں کے ہزار ہزار لمحات سے بہتر ہے، انہوں نے اپنے  
ایمان کو چھپایا مگر ابو بکرؓ نے اپنی جان کی پروا کئے بغیر قریش مکہ کے سامنے اپنے ایمان  
کا اعلان کر دیا۔  
رتاریخ الخلفاء ص ۳۵/۳۶

علم یقیناً و قطعاً معیار افضلیت ہے جیسا کہ  
قرآن میں ہے۔

علوم عامیں شیخین کی افضلیت

یعنی فرما دیجئے کہ کیا علم والے اور  
بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی نہیں ہو سکتے

مَنْ لَيْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ  
وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

شیخہ حضرات کہتے ہیں کہ علم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے۔ ہم کہتے ہیں یہ بھی  
غلط ہے بلکہ حضرات شیخین افضل تھے۔

علم کی زیادتی کی دو صورتیں ہیں ایک کثرت  
روایات و فتاویٰ کی صورت میں، دوسری صورت

علم کی زیادتی کی دو صورتیں

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی خدمات سونپی ہوں، مثلاً مقدمات کے فیصلے کرنا  
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کی نگرانی کے لئے انہیں کو پسند فرماتے جو اس چیز  
کے پاس میں سب سے زیادہ معلومات رکھتے اور سب سے کامل تر ہوتے تھے۔ اور

یہ امر بھی کسی سے مخفی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور جہاد میں امیر کیا۔ اور یہ بھی مسلم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کا معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا اور محدثین کرام کے نزدیک زکوٰۃ و صدقات کی اکثر روایات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہیں اور مسائل زکوٰۃ کی وضاحت و شرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی امت مسلمہ کو عطا فرمائی ہے۔ اس کے برعکس۔۔۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زکوٰۃ کے بارے میں ایک ہی حدیث مروی ہے اور وہ بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچتی اور اس میں دم دماغ واقع ہوا ہے اس لئے علماء شریعت نے اسے ناقابل عمل قرار دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

ان فی خمس وعشرین من الابل خمس شیاہ۔۔۔ یعنی پچیس اونٹوں

میں پانچ بکریاں ہیں۔۔۔ جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض ہے اور بنت مخاض اونٹ کے اُس بچے کہ کہتے ہیں جو اپنی عمر کے دو سے سال میں شروع ہوا اور۔۔۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ہر مرحلے پر حضر میں اور سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہے۔ کسی بھی مرحلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ یہ حضرات پیچھے ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سے جدا رکھا۔۔۔ جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعض مواقع پر اپنے پیچھے چھوڑا مگر شیخین کرم اللہ وجہہ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسی خاص مہم کو سر کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔۔۔ اس سے بھی حضرات شیخین کی علیت و اہمیت کے زیادہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم قرآن۔۔۔ وَشَاوِرْهُمْ

فی الامر۔۔۔ کہ ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیا کیجئے انہیں اپنا مشیر

وزیر مقرر فرما دیا۔

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کو حضرات شیخین سے مشورہ کرتے رہنے  
کا حکم دیا

چنانچہ آیت کریمہ — و مشاور ہم  
فی الامر — کے بارے میں امام  
حاکم نے متدرک میں حضرت عبداللہ  
بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایا

کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی  
اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ  
ان دونوں سے ہر بات میں مشورہ لیا کریں۔ — اس کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا — ان اللہ اخرج ان استشير ابابکر

وعمر رصواعن ۱۶۶ — یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا امر فرمایا ہے کہ میں  
ابوبکر و عمر سے مشورہ لیا کروں اور یہ حکم ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم کو ان ہی سے مشورہ  
لینے کا حکم فرمایا بیگانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کمالات علمی و عملی میں جن کا مرتبہ سب  
سے بڑھ کر ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کریمین علم میں بھی حضرت علی کریم اللہ وجہہ  
سے افضل تھے۔

علم کے زیادہ ہونے کی پہلی صورت یعنی کثرت روایات و فتاویٰ — سو اس  
سلسلہ میں عرض ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور اعظم  
زندہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب زمانہ کی وجہ سے آپ سے روایت کی  
حاجت نہ پڑی — نیز آپ حج و عمرہ کے سوا مدینہ منورہ سے کہیں باہر تشریف نہ لے  
گئے کہ لوگ ان سے روایات سنتے اور آگے بیان کرتے۔ بلکہ آنحضرت کے وصال کے بعد  
ہی اس قدر فتنے کھڑے ہو گئے کہ آپ کو چمکھی لڑائی لڑنا پڑی اور سنتوحات کی پھیلانے کا  
مسئلہ ایک الگ غور طلب تھا۔ اس لئے لوگوں کو آپ سے روایات لینے اور فتاویٰ جاتا  
دریافت کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا — البتہ کہیں سخت ضرورت پڑی تو آپ نے وہاں

اپنے کمالات علمیہ کے لیے جو اہر بکھیرے کہ عقدے حل ہو گئے۔ چنانچہ مانعین زکوٰۃ و مرتدین سے قتال کرنے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پا جانے پھر وفات کے بعد دفن کرنے کی جگہ کے تعین، انتخاب خلیفہ اور مانعین زکوٰۃ و مرتدین کے باسے میں جب صحابہ کی باہمی قبیل دقتال شروع ہوئی اور صیب کے لئے قابل تسبول و قابل عمل حل کسی کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ اس وقت آپ نے مداخلت فرمائی اور اپنی علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے ایسے حل پیش کئے کہ جمیع صحابہ کرام کو متفق ہونا پڑا۔

اس کے باوجود کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دصال کے منظور اعرصہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے

حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فیض پایا

حضرات شیخین کے سب زیادہ علم والے اور فقہ و فتویٰ کے سب زیادہ ماہر ہونے کی دلیل ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد بہت بڑی حجت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کون کون سے صحابہ لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر اور ان کے علاوہ کسی اور کا مجھے علم نہیں۔

مَنْ كَانَ يَفْتِي النَّاسَ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ مَا أَعْلَمُ خَيْرًا  
تاريخ الخلفاء ص ۱۳۸

آپ کے ایک سو پینتالیس احادیث صحیحہ مروی ہیں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ و عمر فاروقؓ کمال الحیاء والایمان حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایسے جلیل القدر صحابہ نے وہ روایات آپ سے لیں اور اس طرح آپ سے مستفیض ہوئے اس کے برعکس حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً تیس سال ایسا طویل عرصہ زندہ رہے ادھر ادھر دراز علاقوں میں تشریف

لے گئے اور آپ کے زمانہ میں طرح طرح کی بدعات کا ظہور اور تنازعات و خصامات کا عروج رہا۔ اس وقت علوم نبویہ کے اظہار کی از حد ضرورت تھی اور بیس سال کا آٹنا بڑا زمانہ بھی آپ کو میسر آیا لیکن اس کے باوجود آپ کی روایات کی تعداد پانچ سو چھیالیس سے آگے نہیں بڑھی۔ لیکن اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس وقت درجی تیس سال کا عرصہ میسر آتا تو اس نسبتاً سے آپ کی روایات کی تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے تین چار گنا زیادہ ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کئی گنا زیادہ علم رکھتے تھے۔۔۔۔۔ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت تھوڑا عرصہ حیات ہے مگر اس کے باوجود آپ کی روایات پانچ سو چھتیس ہیں اور آپ کے فتاویٰ ان روایات سے از حد زیادہ ہیں۔۔۔۔۔ بلکہ فقہ کے ہر مسئلہ میں آپ کے گفتگو کی اور تحقیق حق فرمائی۔ اسی طرح سلوک و معرفت اور عقائد کے مسائل نیز تفسیر قرآن میں بھی بیان و ارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی روایات و فتاویٰ و احکام و سلوک و معرفت کے ارشادات جمع کئے جائیں تو کئی ایک ضخیم کتابیں معرض وجود میں آئیں۔۔۔۔۔ باوجودیکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تقریباً سترہ سال زیادہ عمر پائی ہے۔ اتنے طویل عرصہ کی حیات کے فرق کے باوجود حضرت علیؑ کی روایات حضرت عمرؓ کی روایات سے صرف آٹنا بیس حدیثوں سے بڑھ جاتی ہیں۔۔۔۔۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر حیات مستعار پاتے تو آپ کی روایات حضرت علیؑ کی روایات سے کئی گنا بڑھ جاتیں۔۔۔۔۔ اس سے روشن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی علم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے افضل تھے۔

نیز علاوہ ازیں۔۔۔۔۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متانت، تقریر، قوت، تفہیم اور حسن تعلیم کا نظر انصاف سے جائزہ لیا جائے تو



بہت فرق نظر آئے گا کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوئی مختلف  
 فیہ وقتناز عمر فیہ سلسلہ حل نہ ہوا اور آپ کی تقریرات سے کسی قسم کا نزاع طے نہ ہوا اس  
 کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوتِ تقہیم و حسنِ تعلیم نے کسی مسئلہ کو نزاعی رہنے  
 ہی نہ دیا۔

## علم قرآن میں شیخین کی فضیلت

علم قرآن بھی یقیناً و قطعاً  
 معیارِ افضلیت ہے  
 چنانچہ قرآن پاک میں

ہے — وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ  
 ہم نے آپ کو کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے (سورۃ نحل آیت ۸۹) —  
 شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ علوم قرآن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل تھے۔ لیکن اس  
 دعویٰ کی بنا صرف خوش اعتقاد ہی پر ہے — حقیقت یہ ہے کہ علوم قرآن میں حضرت شیخین  
 یعنی ابو بکر صدیق و عمر فاروقؓ ہی سب سے افضل تھے۔

علوم قرآن کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کا تعلق معنی و  
 مطلب اور تفسیر و تشریح کے ساتھ ہے اور دوسرے

## علوم قرآن کی دو قسمیں

قسم کا تعلق نظم قرآن کو خوبی اور حسنِ ادا کی سبکی کے ساتھ تلاوت کرنے کے ساتھ ہے اور  
 یہ امر یقینی ہے کہ ان دونوں اقسام میں حضرت علیؓ کو مائدہ جہ حضرت شیخین سے بڑھ کر  
 نہیں تھے — بلکہ حضرت شیخین علوم قرآن کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ اس پر اہل  
 سیر و مورخین تک متفق ہیں۔

عام خیال یہ ہے کہ — علوم قرآن میں حضرت ابو بکر و عمر و علی رضی اللہ  
 عنہم برابر تھے اور حضرت عثمانؓ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر تھے کہ انہوں نے لوگوں  
 کو مختلف فراتوں کے اختلاف و نزاع سے بچا کر ایک قرأت پر جمع کیا اور محافظت الی

اور رسم الخط آپ کا بمثال کارنامہ ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کی بنیاد بھی  
حضرات شیخین کی مساعی جمیلہ ہیں جن سے قرآن کریم سنیوں سے صحیفوں میں نقل ہو کر موجودہ  
ترتیب کیساتھ معرض شہود میں آیا۔

نیز — اگر اس مسئلہ میں منصفانہ غور کیا جائے تو حضرات شیخین علوم  
قرآن میں سب سے زیادہ فائق و افضل تھے — چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کا حضرت ابو بکر صدیق کو اپنے مصدقے پر کھڑا کر کے امامت کرنے کا حکم فرمانا اس کا بین ثبوت  
ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہدایت یہ تھی کہ — فلیومکم اقر حکم  
بکتاب اللہ واعلمکم بالسنة — کہ تمہارا امام اسے ہونا چاہیے  
جو تم سب سے زیادہ قرآن دان اور سنت کا علم ہو — پھر آپ نے حضرت ابو بکر صدیق  
کو اپنا مصدق سو نپا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر قرآن و سنت کے سب صحابہ سے زیادہ  
عالم تھے۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رقت  
قلبی کی بنا انہیں امام نہ بنانے کا مشورہ عرض کرنا اور ان کے بعد ان کی بجائے حضرت عمر  
رضی اللہ عنہ کا اہم گرامی پیش کرنا اس بات کی روشن ترین دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر پھر  
ان کے بعد حضرت عمر قرآنی علوم کے سب سے زیادہ عالم تھے — لہذا علوم قرآن میں  
حضرات شیخین ہی سب سے زیادہ افضل تھے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا —  
انا مدينة العلم وعنا  
بابہا — کہ میں علم کا شہر

حدیث " انا مدينة العلم وعلی  
بابہا " — کی بحث

ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں — اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم

زیادہ ثابت ہوتا ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی جیسا کہ امام ابن حجر مکی

رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "ان ذالك الحدیث مطعون فیہ" (صواعق ص ۳۲)

کہ یہ حدیث مطعون فیہ یعنی ضعیف ہے اور ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ حدیث

ضعیف افضلیت میں کارآمد نہیں ہوتی اور اگر اس کی صحت یا حسن کو تسلیم کر لیا جائے تو

اس سے آگے کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ "فالبوکر محرابہا" کہ

البوکر اس شہرِ علم کا محراب ہیں۔ اور یہ حدیث امام دیلمی کی کتاب

الفردوسے میں اس طرح ہے۔

یعنی میں علم کا شہر ہوں ابو بکر

اس کی بنیاد اور عمر اس کی چار

دیواری اور عثمان اس کی چھت اور علی

اس کے دروازے ہیں۔

انامدینۃ العلم ولبوکر

اساسہا و عمر حیطانہا

وعثمان سقفہا وعلی

بابہا (صواعق ص ۳۲)

اس حدیث سے سب سے پہلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت

ثابت ہوئی کہ بنیاد ہی سب کچھ ہوتی ہے دروازہ کا نمبر تو بعد میں آتا ہے۔ پہلے بنیاد پھر

چار دیواری پھر چھت پھر دروازہ ہوگا۔ ورنہ بنیاد چار دیواری اور چھت کے بغیر دروازہ

بیکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس حدیث سے افضلیت حسب ترتیب خلافت

ثابت ہوتی ہے۔ لہذا یہ حدیث اہلسنت ہی کے عقائد کی مؤید ہے۔

تقویٰ واتباع بھی یقیناً قطعاً معیار

افضلیت ہیں قرآن مجید میں ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

تقویٰ واتباع شریعت میں

شیخین کی افضلیت

بے شک اللہ کے ہاں بڑے رتبے والا وہی ہے جو تم سب میں بڑا پرہیزگار ہوگا

تقویٰ و اتباعِ شریعت و اطاعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حضرات شیخین ہی سب سے پیش پیش ہے۔ — اس حقیقت سے کسی کو مجال انکار نہیں ہوگی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی بھی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا اور ہی سے انکار تو بڑی بات ہے تغافل و تساہل تک نہیں فرمایا اور کبھی ایسی بات کا ارادہ تک نہیں کیا اور سوچا تک نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب ایذا و رنج ہو سکتی تھی۔ — چنانچہ صلح حدیبیہ اور اسیرانِ بدر سے فدیہ لینے کے موقع پر اور اسی طرح کے ہر نازک محل پر جس امر کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع کریم کا میلان محسوس فرمایا اسی امر کا مشورہ دیا۔

اس کے برعکس۔۔۔۔۔ مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت بی بی فاطمہ طیبہ طاہرہ کی موجودگی میں ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کر لیا اور فرمایا اور پیغمبر کج بھیجا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا آپ ممبر چہلوہ گئے ہوئے اور بحالت ناراضگی ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔

” علی ابن ابی طالب کو ہرگز لائق نہیں اور نہ اجازت ہے کہ وہ نبی اللہ کی صاحب زادی کے گھر میں بہتے ہوئے عدو اللہ یعنی دشمن خدا کی بیٹی کو گھر میں بیاہ لائے“

نیز۔۔۔۔۔ مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ نماز تہجد کے بارے میں بھی مورد عتاب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں روگردانی نہیں فرمائی اور نہ کبھی ایسی بات کا سوچا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔ — البتہ کئی ایک مواقع پر بعض امور میں آپ کے مشورے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلان طبع مبارک کے خلاف واقع ہوئے تو ان مشوروں میں کسی طرح کی ذاتی



آئیے! — ذرا اس حقیقت کا صحیح جائزہ لیجئے۔

اس حقیقت کا جائزہ لینے سے پیشتر لفظ زہد کا مفہوم ذہن نشین کرنا بھی ضروری ہے تاکہ صحیح صورت حال کو سمجھنے میں

## زہد کی تعریف

کوئی وقت نہ ہو زہد دنیا کے ساز و سامان، اولاد، ازدواج، خدام اور جاہ و شہرت سے قطع نظر کر کے آخرت کی فکر کرنے کا نام ہے۔ اس کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ حضرات شیخین کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو وہ زہد و ترک دنیا اور فکر آخرت میں بھی سب سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس اجال کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے

## حضرت ابوبکر صدیق کا زہد

اس وقت آپ کے پاس بہت سا مال تھا جسے آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا میں صرف کر دیا کئی ایک سلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر شاہد ہے۔ یہاں تک کہ اپنا سب مال و متاع اور گھر کا اثاثہ تک اسلام پر لٹا دیا اور گھر میں اللہ و رسول جل و علا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب آپ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین منتخب ہوئے اس وقت آپ بہت کچھ کر سکتے تھے۔ معاشی حالات بہتر بنانے کے لئے آپ کو سنہری مواقع میسر تھے۔ مستوحات میں حاصل ہونے والی غنیمتیں، زمینیں سونے اور چاندی کے ڈھیروں کے ڈھیر، غلام اور لونڈیاں، بیت المال کے خزانے وغیرہ۔ غرضیکہ وہ کیا کچھ تھا جو آپ کے قبضہ و تصرف میں نہ تھا۔ سب کچھ پر قبضہ تھا ہر سیاہ سفید کے مالک تھے۔ اس حال میں اپنے اور اپنی اولاد و اہل و عیال کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے اور نہیں تو اچھی خاصی تنخواہ لے سکتے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے

نہ اپنے لئے کچھ کیا نہ اہل و عیال کے لئے اور نہ خویش و اقربا کو کوئی منفعت پہنچانی۔ تنخواہ یا وظیفہ بھی اتنا لیا کہ جس سے قناعت کے ساتھ وقت پاس ہوتا تھا۔

تاریخ اسلام اس پر گواہ ہے کہ آپ نے قناعت و کفایت پر مبنی روزمرہ کی ضروریات سے زیادہ کچھ لینا منظور نہ کیا اور اتنا لینا بھی گوارا نہ فرمایا جو آپ کے اہل و عیال کی آئندہ ضروریات کے لئے پس انداز ہوتا رہتا اور آپ کے بعد ان کے کام آتا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اپنے پیچھے ایک ادھ کھجور کے سوا کوئی جائیداد نہ چھوڑی۔ نہ کھیتی نہ زمین اور نہ درم و دینار وغیرہ۔ البتہ ایک حبشی غلام ایک نجف و کمزور سا اونٹ اور اڑھنے کی ایک چادر یہ بھی در ثنہ میں نہیں چھوڑا بلکہ حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیا اور فرمایا:

”تم بیت المال سے سواری اور خادم نہ لینا بلکہ یہی قبول کرو اور اسی پر گزارا کرتا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کر کے فرمایا۔

رحمك الله يا ابا بكر ولقد اتعبت من جاء بعدك —  
 ابو بكرؓ اذ تمم پر رحمت کرے تم نے ریاضت و قناعت کر کے اس شخص کے لئے مشقت پیدا کر دی جو تیرے بعد خلیفہ ہوا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا تھا کہ اگر آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بنایا جائے تو کیا آپ کتاب و سنت اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے؟ آپ نے فرمایا تھا کہ میں کتاب و سنت پر عمل کروں گا۔ شیخین کی سیرت پر عمل کرنے پر آمادگی کا اظہار نہ فرمایا کہ اپنے آپ کو ان کی سی ریاضت و مشقت اور ان کے سے زہد و قناعت کا متحمل محسوس نہ فرماتے تھے۔

اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کو دھلے ہوئے پرانے کپڑوں کا کفن دیا جائے۔ کیا تاریخ عالم کسی سربراہ مملکت کے زہد و

ترک دنیا کی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ  
عنه کا حال بھی اسی طرح ہے

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زہد

آپ بھی بیت المال سے بہت کم وظیفہ لیتے تھے آپ کی اہلیہ اس قلیل وظیفہ سے قدسے  
قدسے پس انداز کرتی رہیں اور جب عید کا موقع آیا تو اچھا سا کھانا پکایا۔ آپ نے  
دیکھا کہ قناعت و کفایت پر مبنی روزمرہ کی ضرورت کیلئے بیت المال سے جو وظیفہ ملتا ہے  
اس سے تو ایسا کھانا تیار نہیں ہو سکتا آپ نے اپنی اہلیہ سے دریافت فرمایا کہ زائد رتسم کہاں  
سے آئی تھی؟ انہوں نے بتلایا، آپ نے یہ کہہ کر کہ پھر تو اس قدر رقم کے بغیر سمارا گزارا چل سکتا ہے  
اتنا سی رتسم اپنے وظیفہ میں کم کر دی۔ وصال سے قبل آپ کی بھی یہی وصیت تھی کہ پرانے  
دھلے ہوئے کپڑوں میں آپ کو کفن دیا جائے۔

(ملاحظہ ہو بشری الکتیب بقار الحیب للام السیوطی)

ان دونوں بزرگوں نے اپنے دلوں کو محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
سے ایسا معمور کیا ہوا تھا کہ ان کی نظروں میں جہان و دولت کی کوئی وقعت نہ تھی ع  
"کون نظروں میں چھے دیکھ کے تلواتیرا"

حضرات شیخین سر راہ مملکت اسلامیہ تھے مگر نہ اپنے لئے کچھ جمع کیا نہ اہل و  
عیال کے لئے نہ خویش واقربا کو ناندہ اٹھانے دیا۔ یہی حقیقی زہد و ترک دنیا ہے۔

اس کے برعکس

مولائے ما حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم زہد و ترک دنیا میں شیخین سے بڑھ  
کر تو کیا ان کے برابر بھی نہیں تھے۔ آپ نے بہت سا ساز و سامان جمع کیا۔ زمینیں خریدیں  
کمیت اور باغات حاصل کئے، وصال کے بعد چار بیویاں تیس لڑکے لڑکیاں اور انیس  
لوٹیاں اور بہت سے غلام چھوٹے۔ پھر اپنی اولاد کے لئے بہت سا اثاثہ اور ساز و



سامان جمع فرمایا اور انہیں اس قدر زمینیں دیں کہ وہ صاحب نصاب اور غنی کہلاتے تھے اور ان پر زکوٰۃ عائد ہوتی تھی۔۔۔۔۔ آپ کی مترکہ زمینوں جو بعد میں آپ کی اولاد کے نام منتقل ہوئیں کی پیداوار کا تو حساب ہی کیا صرف باغ مترکہ کا جو پھل آتا تھا وہ بیس ہزار من ہوتا تھا۔۔۔۔۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ۔۔۔۔۔

زید حقیقی اس بات کا نام ہے کہ نہ تو خود دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہو اور نہ ہی اپنے اہل و عیال اور اقارب و اولاد کو دنیا کی نفع رسانی کرے۔۔۔۔۔ حضرات شیخین یعنی ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا اس کی رو سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زید و ذرک دنیا اور باقی سیرت طیبہ میں مظہر اتم تھے۔ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر اس قدر احتیاط سے چلے کہ سر مو بھی مسخرف نہ ہوئے نہ خود دنیا سے لطف اندوز ہوئے اور نہ اولاد و اقارب کو ہونے دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتہائی اقارب سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھتیجے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر حضرت کے صاحب زرکے اور حضرت عائشہ صاحب زادی تھیں کسی کو نہ کوئی عہدہ دیا نہ کسی جگہ کا عامل بنا یا اور نہ کسی کو مالی منفعت پہنچائی اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال ہے۔۔۔۔۔ لذت دنیا سے خود بھی دور ہے

اور اولاد و اقارب کو بھی دور رکھا۔ ایک مرتبہ نعمان بن عدی کو جو آپ کے اقارب سے تھے بیتنان کا عامل مقرر فرمایا پھر اس احساس کے تحت کہ یہ تو اقارب سے ہیں معزول فرما کر کسی اور کو ان کی جگہ مقرر فرمایا تھا حالانکہ آپ کی اولاد و اقارب سے سعید بن زید، ابوہم بن حذیقہ اور خارجہ بن خذاعہ عمر بن عبد اللہ و عبد اللہ بن عمر ایسے باصلاحیت و اہل علم حضرات موجود تھے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا۔۔۔۔۔ وصال سے پیشتر کچھ بزرگوں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے صاحب زرکے عبد اللہ بن عمر کو اپنا جانشین فرمادیں مگر آپ نے یہ نذر کر کے کہ "میرا زرکے عبد اللہ اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتا اور ایک مملکت کے

سربراہ کے لئے نہایت بڑبار اور متحمل انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے مشورہ کو قبول نہ فرمایا۔

### ایک تقابلی جائزہ

لیکن اس کے برعکس مولائے ماحضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خاندان اور اقارب سے حضرت عبداللہ بن عباس کو یمن کا قشتیم بن عباس کو مکہ معظمہ کا اور سعد بن عباس کو مدینہ منورہ کا اور اپنے بھانجے مہذب بن ہبیرہ کو کوفہ کا اور اپنے پردہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کردار پر — معاذ اللہ — تنقید نہیں ہے انہوں نے جو کچھ کیا اور جو کچھ فرمایا سہاری چشم عقیدت میں وہ درست ہی تھا لیکن بات سب سے زیادہ اور ترک دنیا کی — حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عزیز و اقارب بھی ان مناصب سلبہ کے یقیناً لائق و مستحق تھے مگر ان کی شان زیادہ نے انہیں اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ خود کو یا اپنے عزیز و اقارب کو دنیا کے عیش و عشرت سے ہم کنار کرتے — لہذا یقیناً و قطعاً حضرات شیخین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ ہیں بھی افضل و برتر تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کھانے پینے اور پہننے میں تو زیادہ ہی کواختیار فرما رکھا تھا کہ خشک خوری اور خشک پوشی آپ کی صفت تھی — مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا زیادہ نہیں تک محدود رہا۔

لیکن حضرات شیخین تمام امور میں زیادہ بلکہ اسحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد — افضل الزاہدین واقع ہوئے ہیں۔

# صدقہ وفاق فی سبیل اللہ میں شیخین کی فضیلت

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اتَّقَى  
مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلًا  
أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ  
الَّذِينَ اتَّقَوْا مِنْ بَعْدِ وَقَالُوا  
مَعًا دَعَا اللَّهُ الْحَسَنِيَّ  
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ  
(حدید آیت ۱۰)

صدقہ وفاق فی سبیل اللہ  
رخدا کی راہ میں خرچ کرنا بھی یقیناً  
قطعاً معیارِ فضیلت ہے۔ چنانچہ  
قرآن مجید میں ارشاد ہے

تم میں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل  
خرچ اور جہاد کیا (اور وہ جنہوں نے  
بعد میں خرچ اور جہاد کیا) برابر نہیں وہ  
فتح مکہ سے قبل خرچ و جہاد کرنے والے  
مرتبہ ہیں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح  
مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب  
سے اللہ نے جنت کا وعدہ کر لیا اور اللہ  
کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صدقہ وفاق فی سبیل اللہ  
میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ہم سر نہیں ہو سکتے بلکہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ صدقہ وفاق فی سبیل اللہ میں وہ سب سے سبقت لے گئے تو  
بجا ہوگا مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع اور بیرومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا اور  
بیش غسرت کی تجہیز فرمانا انہوں نے جہاد بائمال میں انتہا کو پہنچے۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق  
عمر فاروق رضی اللہ عنہما جہاد و علم و زہد میں ان سے افضل تھے۔

غرضیکہ — صدقہ وفاق فی سبیل اللہ میں بھی حضرات شیخین حضرت

علی کرم اللہ وجہہ سے افضل و اسبق ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ  
ارشاد گرامی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے جسے امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح میں حضرت علی کرم اللہ

وجہ سے روایت کیا ہے۔ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا —

یعنی اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحمت فرمائے انہوں نے اپنی صاحب زادی کی مجھ سے شادی کی اور مجھے دارِ ہجرت تک سوار کر کے لائے۔ اور اپنے مال سے بلالؓ کو آزاد کیا اور مجھے اسلام میں کسی مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جس قدر کہ ابو بکر کے مال نے فائدہ دیا۔

رحم اللہ ابابکر زوجتی  
انبیتہ و حملتی الی دار الهجرة  
واعتق بئلا من مالہ وما  
لنفعنی مال فی الاسلام  
مانفعتی مال ابی بکر الخ  
(ترمذی)

امام ابو یعلیٰ اپنی سند میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے روایت

کرتے ہیں کہ —

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق کے مال کو اپنے مال کی طرح بے دریغ خرچ کرتے تھے۔

كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي فِي مَالِ أَبِي بَكْرٍ كَمَا  
يَقْضِي فِي مَالِ نَفْسِهِ الخ

(تاریخ الخلفاء ص ۳۶/۳۷)

خلافتِ حسن  
سیاست اور  
مملکتِ اسلام

فہم دست میں شیخین کی افضلیت  
خلافتِ حسن میں شیخین کی افضلیت

پروانہ ہونی والی مشکلات پر قابو پانا، مملکتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور توسیع و ترقی کرنا بھی معیارِ افضلیت ہے۔ قرآن کریم میں ہے

یعنی اللہ نے تم میں سے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اس بات کا وعدہ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا  
مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

كَيْسَخَلِقَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الْخ

رُفُورِ اٰيٰتِ ٥٥

کر لیا ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسا کہ پہلوں کو دی اور ان کے اس دین کو خوب جمادے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن و سکون سے بدل دیگا میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں!

بلکہ یہ درحقیقت اسلام میں جمیع اعمال حسنہ پر حاوی ہے اس میں بھی حضرات شیعین کی افضلیت ایک حقیقت مسلمہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد شدہ مرتدین واقع ہوا، اس واقعہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ثابت قدم واقع نہ ہوا۔ ان کے دلائل سے سب سے پیشتر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شرح صدر ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسن سیاست اور خوبی تدبیر سے اس فتنہ کا تسلیع جمع ہوا، طلحہ، اسدی، اسود غنسی، مالک بن نویرہ اور سلیمہ کذاب ایسے جموٹے مدعیان نبوت سے معرکے ہوئے اور ان کا قلع قمع ہوا۔ بحرین فتح ہوا، عراق و شام کی فتوح کی ابتداء ہو چلی تھی جو مکمل طور پر زمانہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں فتح ہو گئے۔ ان حضرات کے زمانہ مبارک میں جو فتوحات ہوئیں ان سے اسلام کو بے پناہ قوت نصیب ہوئی اور وہ اسلام کے استحکام عظیم کے لئے بنیاد قرار پائیں۔

لیکن اس کے برعکس

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ایک بستی بھی فتح نہیں ہوئی اور بائیس خانہ جنگی کے سوا کوئی نمایاں کام نہ ہوا۔ یہاں تک نمازیں، تلاوتیں اور عبادات تک طاق نسبان ہو رکھ دی گئیں، اکابرین اسلام میں طعن و تشنیع اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کے سوا کوئی شغل باقی نہیں رہ گیا تھا۔ بلکہ ان کے زمانے کے اٹھے ہوئے

فتنے آج تک فرو نہیں ہوئے اور نہ تاقیامت فرو ہوں گے۔  
 حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی جگہ بزرگ ہستی اور لاکھوں  
 احترام کے لائق ہونے کے باوجود حضرات شیخین بلکہ کہنا چاہیے حضرات ثلاثہ سیدنا ابو بکرؓ  
 عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم سے ہرگز افضل نہیں ہو سکتے بلکہ مذکورہ حقائق کی رو سے  
 جمیع اہلسنت کو اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات شیخین کہیں یعنی ابو بکر صدیق و عمر فاروق  
 رضی اللہ عنہما اور جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت علی کرم اللہ  
 وجہہ سے افضل اور عند اللہ بزرگ تر ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حسب ترتیب اولیٰٰ فی الفضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی جاسکتی ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہیں پر اکتفا کرنے کے بعد کتب عقائد اہلسنت سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

حسب ترتیب خلافت حضرت

## ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت

کتب محققین اہلسنت کی روشنی میں!

جیسا کہ گذشتہ تحقیق سے واضح ہے کہ شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما علی الترتیب تمام امت محمدیہ سے افضل و اعلیٰ ہیں پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت مولانا مومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے زمانہ خلافت اور بعد والوں سے افضل ہیں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی افضلیت علی الترتیب پر تو تمام اہلسنت و جماعت کا اجماع اور اتفاق ہے، مگر حضرت غنی رضی اللہ عنہ کے حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر بھی جمہور اہلسنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے۔ اس سلسلہ میں اہلسنت و جماعت کے محققین و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات شریفہ ملاحظہ فرمائیں۔

سراج امت مجتہدین و ملت سیدنا و مولانا  
امام الامم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ  
عنه فرماتے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد  
سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق  
ہیں پھر عمر پھر عثمان بن عفان پھر علی بن ابی

امام ابو حنیفہ کا مسلک

وَافضل الناس بعد رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ابوبكر الصديق رضي  
الله عنه ثم عمر ثم عثمان بن عفان

ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ | طالب رضی اللہ عنہم اجمعین

اجمعیین (فقہ اکبر شرح علی تاروی مصری ص ۶۱، ۶۲، ۶۳)

حضرت امام  
ابو حنیفہ رضی  
اللہ عنہ کے تذکرہ

## حضرت مولانا علامہ علی قاری کی بہترین تشریح

ارشاد کی تشریح میں حضرت علامہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام الہین و  
آخرین صحابہ و اولیاء سے افضل ہیں۔ اس پر اجماع  
منقول ہے۔

فَهُوَ أَفْضَلُ الْأَوْلِيَاءِ مِنَ الْأَوْلِيَيْنِ  
وَالْآخِرِينَ وَحُكْمِي الْأَجْمَاعِ عَلِيٌّ  
ذَلِكَ (شرح فقہ اکبر ص ۶۱)

پھر فرماتے ہیں (بحرف طوالت ان کی عربی عبارت کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے :  
” اس مسئلہ میں رافضیوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے (ال ان قال) اور  
ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہلسنت و جماعت نے اجماع و اتفاق  
کیا ہے، تمام تحقیق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیماری کے دوران انہیں امامت کے لئے مقرر فرمانا ہے یہی  
وجہ ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے وقت صحابہ کرام نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کو سہارے دین یعنی نمازوں کی امامت کے لئے  
پسند کر کے مقرر فرمایا تو ہم آپ کو دنیا یعنی عہدہ خلافت کے لئے کیونکر پسند نہ  
کریں (الی ان قال) اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا  
علی الترتیب کل امت سے افضل ہونا جمع اہلسنت میں منفق علیہ ہے اور حضرت عثمان  
و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت کا مسئلہ بھی اسی ترتیب سے  
ہے۔ بعض اہل کوفہ و بصرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے



افضل کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت میں حضرت عثمان  
 رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفضیل مروی ہے اور صحیح وہی ہے لا جہور  
 اہلسنت کا مسلک ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما  
 اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ظاہری روایت بھی یہی ہے۔ اس بنا پر کہ فقہ اکبر میں  
 اپنے افضلیت کی ترتیب کے مطابق ارشاد فرمائی ہے "شرح فقہ اکبر ص ۶۳/۶۴"  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل کہنا  
 اہلسنت اور جمیع سلف کے خلاف ہے۔

بعد ازاں حضرت مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں —  
 اور محقق نہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو  
 حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے  
 افضل قرار دینا اہلسنت و جماعت کے مذہب  
 کے خلاف ہے اس مسلک کی بنا پر کہ جس پر  
 گذشتہ جمیع اکابر اہلسنت ہیں۔

وَلَا يَخْفَى أَنَّ تَقْدِيمَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 عَلَى الشَّيْخَيْنِ مُخَالَفٌ لِمَذْهَبِ أَهْلِ  
 السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلَى مَا عَلَيْهِ جَمِيعُ  
 السَّلَفِ

(شرح فقہ اکبر ص ۶۴)

اس کے بعد مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

## حضرت ابو بکر صدیقؓ کا سب سے افضل ہونا قطعی ہے

اور جس کا میں اعتقاد رکھتا ہوں اور جس پر  
 اللہ کے دین میں، میں اعتماد کرتا ہوں وہ  
 یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا  
 تمام امت سے افضل ہونا قطعی ہے

وَالَّذِي اعْتَقَدَهُ وَفِي دِينِ اللَّهِ  
 اعْتَمَدُهُ إِنَّ تَفْضِيلَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ  
 عَنْهُ

(شرح فقہ اکبر ص ۶۴)

پھر موصوف اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ —

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال امت کے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے قائم مقام امام مقرر فرمایا۔ یہ معلوم  
 ہونے کے باوجود کہ جس کی امامت اولیٰ ہو، وہی افضل و اعلیٰ ہوگا۔ حالانکہ حضرت  
 علی کرم اللہ وجہہ بھی مدینہ میں حاضر تھے اسی طرح دوسرے اکابر صحابہ بھی موجود تھے  
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی اپنی  
 جگہ امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر  
 صدیق رضی اللہ عنہ ہی اس وقت تمام انسانوں میں افضل و اعلیٰ مقام و منزلت  
 والے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلے سے  
 پیچھے بیٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُگے بڑھنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے یہ فرمایا کہ — اَجِبَ اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ —  
 اللہ اور ایمان والوں کو ابو بکر کے سوا کسی کو میری جگہ کھڑا کرنا منظور نہیں انہیں  
 روک دیا۔

اسی طرح اہم مطلق امام کمال الدین بن سہام رضی اللہ عنہ اپنی مشہور کتاب المسامیر شرح  
 مسامیر ج ۲ ص ۱۴۲ میں اور امام سراج الملایہ والدین علی بن عثمان اوشی رضی اللہ عنہ بدر اللامالی  
 پھر حضرت مولانا محدث علی تازی اس کی شرح ضور المعال پھر بعض المحققین اس کی شرح  
 تحفۃ الاعالیٰ ص ۴۵ اور علامہ تفتازانی شرح عقائد ص ۱۴۱/۱۴۲ طبع مصر میں فرماتے ہیں  
 محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا و مولانا الشیخ  
 السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی مشہور تصنیف  
 لطیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں

ارشاد عظیم  
 ارشاد عظیم

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 چار خلفاء میں سے سب افضل و اعلیٰ سیدنا

و افضل الاربعة البکر ثم  
 عمر ثم عثمان ثم علی رضی

اللہ عنہم

(ص ۵۰ طبع مصر)

ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان  
غنی پھر مولا علی رضی اللہ عنہم

سادات حضرات بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق عقیدہ رکھیں، یہی حق و  
صواب ہے۔ اس کے خلاف باطل و عذاب، جو سید تفضیل شیخین میں یہ عقیدہ نہ رکھے وہ گمراہ  
اور بد مذہب ہے۔

## ارشاد امام غزالی

أَنَّ الْأَمَامَ الْحَقَّ يُعَدُّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ  
عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

(اجار العلوم ص ۱۰۲ ج ۱)

پھر فرماتے ہیں :-

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کی  
خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

أَنَّ نَضَلَ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
عَلَى حَسَبِ تَرْتِيبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ

(اجار العلوم ج ۱ ص ۱۰۲)

امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ  
اللہ علیہ فرماتے ہیں

## ارشاد امام ابواللیث سمرقندی

کہ تمام اہلسنت و جماعت کا اس بات  
پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل  
حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر فاروق

اجتمعوا إن خير هذه الأمة  
بعد نبينا أبو بكر ثم عمر  
رضي الله عنهما

(استان العارفين مصري ص ۱۸۶)

سبلی امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

فقہ کرام جہاں فرماتے ہیں کہ ناسق معین کے پیچھے نماز مکروہ ہے

بتدعین میں جن کے پیچھے نماز مکروہ ہے تفضیلیوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔ فتح القدر میں

ابن الہمام رضی اللہ عنہ — فرماتے ہیں —

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفا ثلاثہ سے افضل سمجھے تو وہ بدعتی ہے (اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے)

إِنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى  
ثَلَاثَةٍ فَهُوَ بَدْعٌ  
فتح القدير ج ۱ ص ۳۵ مصر

سید المکاشفین امام العارفین شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ  
کا ارشاد مسئلہ تفضیل میں دنیاوی صوفیت کی ترجمانی کیلئے کافی آپ فتوحات  
لیف کے باب الثالث والتسعين میں ارشاد فرماتے ہیں جسے ترجمان شیخ اکبر سیدی امام عبد الوہاب  
رضی اللہ عنہ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں نقل کرتے ہیں —

معلوم ہو کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی ابو بکر صدیق  
رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔

اعلم انه ليس في امة  
سواك الله عليه وسلم من هو  
المنجي بغير عيسى  
ليه السلام

(رج ۲ ص ۷۳)

سیدی مجدد رضی اللہ عنہ  
سیدی عبد الفرضی اللہ عنہ مکتوبات شریف  
میں فرماتے ہیں —

اور خلیفہ مطلق بعد از خاتم الرسل علیہ وسلم  
الصلوات والتسليمات حضرت ابو بکر صدیق  
ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق  
ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین  
ہیں رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں  
رضوان اللہ علیہ انکی افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق ہے

وخلیفه مطلق بعد خاتم الرسل عليه عليه الصلوات  
وات حضرت ابو بکر صدیق است رضی اللہ عنہ  
حضرت عمر فاروق است رضی اللہ عنہ بعد ان  
والنورین است رضی اللہ عنہ بعد ان حضرت  
ابی طالب است رضوان اللہ علیہ افضلیت  
بترتیب خلافت است (رج ۲ ص ۱۳)

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم  
کے زیارتی درفشات سے

## حضرت ابو بکر صدیقؓ کی افضلیت کا بیان

اللہ تعالیٰ کی پشمار رحمتیں ہوں امیر المؤمنین، اسد اللہ الغالب، حیدر کرار، حق گو و حق پرور  
سرکار سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ پر کہ آپ نے اپنی خلافت کے  
زمانہ میں برس برس مساجد و محافل اور خلوت و جلوت میں مسئلہ تفضیل کو نہایت تفصیل سے  
واضح فرمایا اور حضرات شیخین کریمین و زبیرین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات ابو بکر و عمر رضی  
عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا التنازل و التختیہ سے افضل و بہتر ہونا ایسا محکم  
مفسر و اشکاف، بے احتمال و گراور ایسا روشن طور پر بیان فرمایا۔ جس میں کسی طرح کا  
شک و تردد نہ رہا، مخالف مسئلہ کو مفسری بتایا اور اسی کوٹے کا مستحق ٹھہرایا۔

آپ کے ان ارشادات عالیہ کو انہی سے زیادہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین

روایت کیا۔ امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں۔

امام ذہبی نے فرمایا کہ تو اتر سے بنا

ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات

زمانہ خلافت و دور حکومت میں اپنی

کے ایک بہت بڑے گروہ میں فرمائی

بعد امام ذہبی نے اس بارے میں صحیح

تفصیل سے بیان کی اور فرمایا کہ محدثین

نزدیک اس کی روایت کرنے والے

قال الذهبی وقد تواتر ذالک

فی خلافتہ و کرسی مملکتہ و

بین الجم الغیر من شیعتہ ثم

بسط الاسانید الصحیحۃ فی ذلک

قال ویقال رواہ عن علی بنیف

و ثمانون نفساً وعدد متہم

جماعۃ ثم قال فقیح اللہ الرافضۃ

مَا جَهِلَهُمْ

(الصواعق المحرقة ص ۶)

سے زائد راوی ہیں اور انہوں نے ان میں سے  
ایک جماعت کو گن کر بھی بتایا ہے پھر فرمایا کہ  
خدا را فضیوں کو ذلیل کرے کس قدر جاہل ہیں

عبدالرزاق صاحب مصنف شیعہ ہونیکے باوجود

حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کو سب سے افضل مانتا تھا

یہاں تک کہ محدث عبدالرزاق

صاحب مصنف جیسے بعض

منصفان شیعہ نے شیعہ ہونے

کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب صحابہ و اہلبیت سے افضل مانا اور کہا کہ  
جب حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ انہیں خود اپنی ذات کریم سے افضل قرار دیتے تھے تو مجھے اس عقیدے  
سے جانے گریز اور انکار کیونکر ہو سکتا ہے کیا مجھے یہ گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت کروں اور اس  
کی مخالفت کروں۔ چنانچہ صواعق امم این حجر مکی میں ہے۔

عبدالرزاق (مشہور محدث) جیسے بعض

منصف شیعہ نے کیا ہی عمدہ طریقہ اختیار کیا

ہے انہوں نے کہا کہ میں شیخین کریمین (حضرت

ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے اس لئے افضل سمجھتا ہوں

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے

آپ سے افضل قرار دیا ورنہ میں انہیں افضل

نہ مانتا۔ میرے لئے یہ گناہ کچھ کم نہیں کہ میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کروں اور

پھر ان کی مخالفت کروں۔

وَمَا أَحْسَنَ مَا سَلَكَ بَعْضُ الشَّيْعَةِ

الْمُنْصِقِينَ كَعَبْدِ الرَّزَاقِ فَإِنَّهُ قَالَ

أَفْضَلُ الشَّيْخَيْنِ تَبْضِيلُ عَلِيٍّ

إِيَّاهُمَا عَلَى نَفْسِهِ وَالْأَلْسِنَا

فَضَلَتْهُمَا كَفِيَّ بِي وَزَرًّا إِنْ أُجِبَّ

ثُمَّ أَخَالَفَهُ

(الصواعق المحرقة ص ۶)

تہذیب التہذیب

ج ۴ ص ۳۱۳

## حدیث اول ۱۲

امام بخاری اپنی صحیح میں سیدنا و ابن سیدنا امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے

راوی ہیں۔

قَالَ قُلْتُ لَأَجِي

النَّاسَ خَيْرًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ عُمَرُ الْخَطَّابِيُّ

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۵ مجتہبان)

یعنی میں نے اپنے والد ماجد کرم اللہ وجہہ سے عرض کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ فرمایا ابو بکر میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا عمر (رضی اللہ عنہم اجمعین)

## حضرت محمد بن حنفیہ کا مختصر تعارف

امام محمد بن حنفیہ مسرکار مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے شاہراہے ہیں اور حنفیہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں

ان کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس الحنفیہ ہے جو قبیلہ بنی حنفیہ سے تھیں۔ حضرت امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات تھے، ایک مرتبہ آپ نے حضرت امام زید بن العابدین سے ارشاد فرمایا کہ خدا کی پناہ تمہیں عراق میں پھانسی دی جائیگی۔ جیسا انہوں نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔ آپ جنگ جمل میں اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ تھے اور علم آپ کے ہی ہاتھ میں تھا۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۱۰۴ھ کو ہوا۔ (نور الالبصار ص ۱۰۴، مطبوعہ مصر)

## حدیث دوم ۱۳

امام بخاری اپنی صحیح اور امام ابن ماجہ اپنی سنن میں عبد اللہ بن سلمہ کے طریق سے امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

ہیں۔

سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

سب لوگوں سے افضل البکر ہیں اور البکر کے بعد سب لوگوں سے افضل عمر ہیں۔

البکر وخیر الناس بعد  
الحبیب عمر (ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱)

اس حدیث سے جہاں حضرت البکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب افضل و اعلیٰ ہونا معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کا سب بلند و بالا ہونا حضرت البکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد متعین ہوتا ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت عمر فاروق کی شان میں وارد ہونے والی بخاری کی حدیث قمیص سے حضرت البکر صدیق رضی اللہ عنہ کے استثناء کی دلیل بھی قرار پاتی ہے۔

امام ابن القاسم المعجل بن محمد بن الفضل بلخی کتاب السنۃ میں  
راوی ہیں۔

حدیث سوم ۱۲

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں  
امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ  
انہیں حضرت البکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ  
عنہما سے افضل بتاتے ہیں۔ یہ سن کر میرے جلوہ  
افروز ہوئے۔ حمد و ثنائے الہی سجالاتے  
پھر فرمایا کہ کچھ لوگ مجھے حضرت البکر و عمر سے  
افضل کہتے ہیں، اس بارے میں اگر میں نے پہلے  
سے حکم سنا دیا ہوتا تو بے شک سزا دیتا  
آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا، وہ مفتری  
اور بہتان تراش ہے۔ اس پر بہتان تراش  
کی حد یعنی انٹی کوڑے لازم ہیں۔ پھر فرمایا  
بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

اخیرنا البکر بن مردویہ  
ثنا سیلم بن احمد ثنا الحسن  
بن المنصور الرمائی ثنا داؤد بن  
معاذ ثنا البوسلۃ العتکی عمید  
اللہ بن عبد الرحمن عن سعید  
بن ایج عروبة عن منصور  
بن المعتز عن ابراهیم عن  
علقمۃ قال بلغ علیاً ان اقواماً  
لیضاونہ علی ابی بکر و عمر فصعد  
علی المنبر فحمد اللہ و اثنی علیہ  
ثم قال یا ایہا الناس انہ بلغنی  
ان اقواماً یفضلوننی علی ابی



بِكَرٍ وَعَمْرٍ وَلَوْ كُنْتَ تَقْدَمْتَ فِيهِ  
لَعَاقَبْتُ فِيهِ فَمَنْ سَمِعْتَهُ بَعْدَ  
مَذَا الْيَوْمِ يَقُولُ فَذَا فَهُوَ  
مَفْتَرٌ عَلَيْهِ حَدُّ الْمَفْتَرِي ثُمَّ  
قَالَ إِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ  
نَبِيِّهَا الْبُؤَيْكِيُّ ثُمَّ عَمْرٌ ثُمَّ اللَّهُ أَعْلَمُ  
بِالْخَيْرِ بَعْدَ قَالَ وَفِي الْمَجْلِسِ  
الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ وَاللَّهِ لَوْ سَمِعْتُ  
الثَّالِثَ لَسَمِعْتُ عُثْمَانَ -

رغایۃ التحقیق ص ۱۶/۱۷ - مصنفہ مجدد اعظم

اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ و صواعق محرقة ص ۱۶

ساری امت سے افضل حضرت ابوبکر  
ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ پھر خدا  
تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے بعد کون  
سب سے بہتر ہے۔ حضرت علقمہ فرماتے  
ہیں کہ مجلس میں سیدنا حسن مجتبیٰ  
رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں  
نے فرمایا، خدا کی قسم، اگر حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ کسی تیسرے کا نام لیتے  
تو حضرت عثمان کا نام لیتے۔

رضی اللہ عنہم اجمعین

امام دارقطنی سنن میں اور ابو عمرو بن عبد البر استیعاب میں  
حضرت حکم بن حجل سے راوی ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے

۱۵  
حدیث چہارم

ہیں۔

میں نے جس کسی کو پایا کہ وہ مجھے حضرت  
ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہو گا تو میں اسے  
بہتان تراشش کی سزا دوں گا۔

لَا أَحَدٌ أَحَدٌ أَفْضَلُنِي  
عَلَى ابْنِ بَكْرٍ وَعَمْرٍ الْأَحَدِثَةَ  
حَدِّ الْمَفْتَرِي

رغایۃ التحقیق ص ۱۷/۱۸ و صواعق محرقة ص ۱۶

سنن دارقطنی میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو  
حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور حضرت علی کرم اللہ

۱۶  
حدیث پنجم

وجہہ کی بارگاہ کے مقرب تھے۔ جناب امیر المومنین ازراہ نظر خصوصی انہیں۔ و اہب الحیر۔

یعنی بھلائی کے داتا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

یعنی حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت سے افضل ہیں، پھر انہوں نے لوگوں کو اس کے خلاف کہتے سنا تو انہیں سخت رنج سوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے کاسٹانہ اتدس میں لے گئے۔ غم کی وجہ دریافت کی انہوں نے اس کی وجہ مذکورہ عرض کی۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل کون ہے؟ حضور کی امت میں سب سے بہتر ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک جیوں گا اس حدیث کو نہ چھپاؤں گا بعد کے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے خود بالمشافہ مجھ سے ایسا فرمایا۔

إِنَّ أَبَا جَحِيْفَةَ كَانَ يَرَى  
أَنَّ عَلِيًّا أَفْضَلُ الْأُمَّةِ فَسَمِعَ  
أَقْوَامًا يَخِيفُونَ فَحَزَنَ حَزْنًا  
شَدِيدًا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ بَعْدَ  
أَنْ أَخَذِيْدًا وَادْخَلَ بَيْتَهُ  
مَا أَحْزَنَكَ يَا أَبَا جَحِيْفَةَ؟ فَذَكَرَ  
لَهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ أَلَا خَيْرٌ لَكَ  
بِحَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ؟ خَيْرُهَا  
أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عَمْرٍو قَالَ أَبُو جَحِيْفَةَ  
فَمَا عَطَيْتُ اللَّهَ عَهْدًا أَنْ لَا أَكْتُمُ  
هَذَا الْحَدِيثَ بَعْدَ أَنْ  
تَأْتِيَنِي بِهِ عَلِيٌّ مَا بَقِيْتُ  
(صواعق ص ۶۱ و غایۃ ص ۱۸)

امام ابو بکر الاچری رحمہ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو

حدیث ششم

سمعت علیاً علی منیر

الکوفہ یقول ان خیر هذه  
الامة بعد نبیها ابو بکر  
ثم خیرهم عمر  
(صواعق امام حجر کی ص ۶۱)

جامع مسجد کوفہ کے ممبر یہ فرماتے رہنا کہ  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ساری  
امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں پھر سب سے  
افضل عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما

حدیث  
المقتوم

امام حافظ ابو ذر ہر دی کہی ایک سندوں سے اور امام دارقطنی وغیرہما  
نیز حضرت ابو جحفہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

میں حضرت مولیٰ علی کریم اللہ وجہہ کی خدمت  
اتقدس میں ان کے گھر حاضر ہوا اور عرض کی  
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب  
لوگوں سے بہتر! اس پر آپ نے فرمایا  
اے ابو جحفہ! ٹھہر جا، اس طرح کہنے میں  
جلد ہی نہ کر! کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے  
بہتر کون ہیں؟ میں نے عرض کی فرمائیے  
فرمائیے، فرمایا، ابو بکر اور عمر ہیں، متکر پر  
انسوس ہے۔ اے ابو جحفہ میری محبت اور  
ابو بکر و عمر کا بغض مسلمان کے دل میں لکھے  
نہیں ہو سکتے۔

دخلت علی علی فی بیئتم  
فقلت یا خیر الناس بعد رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مهلاً  
یا ابا جحفة الا اخبیرک بخیر  
الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم قلت اخبیرنی فقال ابو بکر و  
عمر و یحکم یا ابا جحفة لا یجتمع  
حبی و بغض ابی بکر و عمر  
فقال مؤمن  
(صواعق شریف ص ۶۱)

”میری محبت اور ابو بکر و عمر کا بغض مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے“

(حضرت علی کا ارشاد)

حدیث ہفتم میں سرکار مولیٰ علی کریم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی کیا پیارا ارشاد ہے کہ حضرت

ابوبکر و عمر کا بغض اور میری محبت مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکے۔ شیعہ حضرات کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ اگر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سچی محبت رکھتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے جاں نثار حضرت ابو جحیفہ کے نقش قدم پر چل کر حسب ارشاد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بغض سے دل کو پاک کرنا ہوگا بلکہ ان سے سچی اور مخلصانہ عقیدت رکھنی پڑے گی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد کے ارشاد کے بموجب ان دونوں کو جنور کی ساری امت حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل و اعلیٰ سمجھنا ہوگا۔ ورنہ حضرت علیؑ کی محبت و عقیدت کا دعویٰ بارگاہِ حیدر کرار میں ناقابلِ قبول اور مردود ہوگا۔

کچھ ضدی شیعہ، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات عالیہ کو تفسیر پر محمول کر لیتے ہیں۔ ان سے ہمہ دانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے یہ ارشادات ان کے اپنے زمانہ خلافت کے ہیں جب کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے وصال کو ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ لہذا حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات عالیہ کو تفسیر پر محمول کرنا نہ صرف ان کی ذاتِ اقدس پر افتراء عظیم ہے بلکہ حقائق و قانع سے دیدہ دانستہ گریز بھی ہے جو کسی طرح بھی اہل انصاف کے شایانِ شان نہیں۔

امام احمد، مسند ذی البیہین رضی اللہ عنہ میں حضرت ابوحازم سے راوی ہیں

۱۹  
حدیث ششم

قَالَ جَابِرٌ رَجُلٌ الْجُرَعِيُّ

بِئْنَ الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ

مَا مَنَزَلَةُ ابْنِ بَكْرٍ وَعَمْرٍ مِّنَ ابْنِي

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنَزَلَتُهَا

السَّاعَةُ وَهِيَ ضَمِيحَةٌ

(غاية التحقيق ص ۱۹)

یعنی ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت ابوبکر و عمر کا مرتبہ کیا تھا؟ فرمایا "جو مرتبہ ان کا اب سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں"

امام دارقطنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں  
آپ نے ارشاد فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۰

اجمع بنو فاطمة رضی اللہ عنہم  
عسلی ان یقولوا فی الشیخین احسن  
ما یقول من القول۔

(صواعق ص ۵۲)

یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی  
اولاد کا اجماع و اتفاق ہے کہ ابو بکر و عمر  
رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ بات کہیں جو  
سب سے بہتر ہو۔

ظاہر ہے کہ سب سے بہتر بات اسی کے حق میں کہی جائیگی جو سب سے  
بہتر ہو۔ اس سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا ساداتِ کرام کے نزدیک  
سب صحابہ سے بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ افضل ہونا ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۲۱

امام ابن عساکر وغیرہ سالم بن ابی الجعد سے روایت ہیں کہ

میں نے حضرت امام محمد بن حنفیہ سے  
عرض کی، کیا ابو بکر سب سے پہلے اسلام  
لائے تھے؟ فرمایا نہ، میں نے کہا پھر کیا  
بات ہے کہ ابو بکر سب سے پہلے اور  
سبقت لے گئے یہاں تک کہ ان کے  
سوا لوگ کسی کا ذکر ہی نہیں کرتے؟ فرمایا  
یہ اس لئے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل  
تھے جب کہ اسلام لائے یہاں تک  
کہ اپنے رب سے جا ملے۔

قلت لمحمد بن الحنفیة  
هل كان ابو بكر اول القوم اسلاماً  
قال لا قلت فبم علا ابو بكر  
وسبق؟ حتى لا يذكر احد  
الا بابا بكر قال لانه كان  
افضلهم اسلاماً حين اسلم  
حتى لحق بربه

(صواعق ص ۵۳)

## حدیث یازدہم

امام ابو الحسن دارقطنی، جناب سدی سے روایت کرتے ہیں کہ  
امام محمد بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ کریم اللہ

دو جہم کے پاس کچھ اہل کوفہ و جزیرہ نے حاضر ہو کر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں  
سوال کیا — حضرت امام نے میری طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا —

اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے

ابوبکر و عمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں

وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ

مولیٰ علی سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما

الظروا الی اهل بلادک

یسألوننی عن ابی بکر و عمر

لہما افضل عندی من علی

(صواعق صدقہ ۵۵)

یہ امام اجل حضرت امام حسن مجتبیٰ کے پوتے اور حضرت شہید کربلا کے نواسے ہیں ان کا

لقب مبارک — "نفس زکیہ" — ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ محض

جو ب سے پہلے حسنی و حسینی دونوں شرف کے جامع ہیں اس لئے محض کہلانے اپنے زمانہ میں

سردار بنی ہاشم تھے ان کے والد ماجد حضرت امام حسن مثنیٰ اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت

امام حسین صلی اللہ علیہ وسلم و ابیہم و علیہم و بارک و سلم۔

(غایۃ التخییق مجدد اعظم اسلام امام احمد رضا بریلوی ص ۱۲)

سیدالسادات فخرالہدیٰ ہدایات محبوب سبحانی قطب ربانی صاحب قدم گرامی پیر پیران

میر میران افضل و امام اولیاء جہان سیدی و سندی الشیخ عبدالقادر سرکار جیلانی المعروف

گیارہویں شریف والے پیر کی نسبت کریمہ گیارہویں کے مطابق حضرت مولانا کائنات و آئمہ

اہلبیت صلی اللہ علیہ وسلم و ابیہم و علیہم و بارک و سلم کی گیارہ حدیث لاکرا نہیں پر

اکتفا مناسب، ورنہ حوالہ جات تو شمار سے باہر ہیں۔

اب ہر سنی بالخصوص سید کہلانے والے پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد

کا اعتقاد اختیار کر کے ان کا سچا شہزادہ بنے اور ان کا اعتقاد قطعاً یقیناً یہی ہے کہ

حضرات شیخین کریمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ بالخصوص حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ و عنہم سے افضل ہیں۔

تفضیل مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا قابلِ اہمیت ہے

سید سادات بلگرام حضرت  
مرحوم الفریقین، خبر شریعت

بحر طریقت، لقیۃ السلف حجۃ الخلف سیدنا و مولانا سید میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ  
السامی اپنی کتاب مبارک ————— "سبع سنابل شریفیہ" ————— رجب عالم روایا

میں بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیش کی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب پسند فرمائی اور سید بلگرامی صاحب کی کتاب ہذا کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قابلِ رشک قرب بخشا۔ اس کا مفصل واقعہ مجدد اعظم اسلام امام ربانی نائبِ غوثِ صمدانی امام —————

احمد رضا بریلوی ————— کی کتاب شریف ————— غایۃ التحقیق —————

میں ملاحظہ فرمائیں) میں ارشاد فرماتے ہیں —————  
واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر

اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابو بکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذوالنورین اور ان کے بعد علی مرتضیٰ ہیں حضرت عثمان و علی کی فضیلت ابو بکر و عمر سے بغیر کسی نقصان و قصور کے کہ ہے صحابہ تابعین، تبع تابعین اور تمام علمائے امت کا یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کو خلیفہ نہ ماننے وہ خارجی ہے اور جو شخص انہیں امیر المومنین ابو بکر و عمر سے

بعد انبیاء ابو بکر صدیق است و بعد از وی عمر فاروق است و بعد از وی عثمان ذی النورین است و بعد از وی علی المرتضیٰ است رضی اللہ عنہم فضل ختین از فضل شیخین کمتر است بے نقصان و بے قصور اجماع اصحاب و تابعین و تبع تابعین و سائر علماء امت بریں عقیدہ واقع شدہ است کہ امیر المومنین علی را خلیفہ ندانند و از خوارج است و کسی کہ اورا بر امیر المومنین ابو بکر و

افضل قرار سے وہ را فضی ہے۔

عمر تفصیل کند اور از در افضل است۔

(غایۃ التحقیق ص ۲۲)

آئیے! شیعہ حضرات کی معتبر کتاب کا جو شیعہ حضرات کے اصول اربعہ میں سے ایک ہے جو الہ بھی عرض کر دوں تاکہ غلط فہمی سے شیعہ بننے والے غیر متعصب شیعہ صاحبان ملاحظہ فرما کر مسلک اہلسنت کی طرف آکر اپنی رجال الکشی ہے جو چوتھی

جو مجھے ابو بکر و عمر سے افضل بتائے گا میں اسے کوٹے ماروں گا حضرت علیؓ شیعہوں کا حوالہ

آخرت سنوار جائیں۔ اس کتاب کا نام صدی میں لکھی گئی۔ رجال الکشی میں ہے

محمد بن منکدر سے مروی ہے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو کوفہ کے منبر پر چلوہ گرد بکھا اور یہ کہتے سنا کہ اگر میرے پاس ایسے شخص کو لایا جائے جو مجھے حضرت ابو بکر و عمر سے افضل بتاتا ہو تو میں اسے بہتان تراشی کی سزا دے دوں گا۔

عن محمد بن المنکدر انہ رای علیا علیہ السلام علی المنبر بالکوفۃ وهو یقول لئن اتیت بوجیل یفضلنی علی ابی بکر و عمر لا جلدتہ حد المفتزی

(رجال الکشی طبع کر بلا ص ۳۳۸)

شیعہ حضرات نے اس روایت کو اپنی اس کتاب میں نقل کرنے کے بعد اسے نسخ کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن حق پسند اور انصاف کے متلاشی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

الحمد للہ — کہ مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی پر قائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے اور غیروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائے۔ آمین!



## شیعان کوفہ کا عقیدہ

مسئلہ تفضیل میں جیسا کہ راقم نے قبل ازیں عرض کیا ہے۔ کوفہ کے شیعہ  
اولیٰ کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے اور انھیں وار انصاف دیکھئے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد المعروف بالذہبی متوفی ۴۸۰ھ اپنی مشہور تصنیف لطیف میزان

الاعتدال فی نقد الرجال میں فرماتے ہیں

وقال ابن شوذب عن لیث قال

ادركت الشيعة الاوليٰ بالكوفة وما

يفضلون عليٰ ابی بكر وعمر احداً

یعنی امام لیث فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ  
کے شیعان اولین کو پایا اور وہ ابو بکر و عمر  
سے کسی کو افضل نہیں سمجھتے تھے۔

(ج ۳ ص ۲۱۱)

یہ امام لیث بن ابی سلیم کوفہ کے باشندہ ہیں جن کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں

— كان صاحب السنة — اور امام عبد الوارث فرماتے ہیں — كان من

اوعية العلم — کہ آپ خزانہ ہائے علم میں سے ایک خزانہ تھے۔ اور کوفہ تو

شیعان برادران کے نزدیک قبتہ الاسلام ہے۔ یہ صدائے اقبہ الاسلام کی صدا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ

سے کوئی افضل نہیں اور یہ صدائے وائے کوفہ کے شیعان اولین ہیں جن کے ذریعے موجودہ شیعہ حضرات تک

سب کچھ پہنچا۔ معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا شیخین کریمین کے بارے میں موجودہ خیال غلط اور ان کے

اکابرین شیعان اولین کا اعتقاد درست اور صحیح ہے۔ الحمد للہ — کہ اہلسنت کے موقف حق

کی تائید خود شیعہ حضرات کے اکابرین سے ہو چکی۔ اس کے بعد اس معنی پر انصاف اعتقاد کو

پس پشت ڈالنا ویرانہ دیانت ہے۔ اور جو نام نہاد سنی کہلانے والے مولوی اور پیر

مسئلہ افضلیت میں اجماع اہلسنت کے خلاف کرتے ہوئے موجودہ شیعوں کی ہم خیالی میں

مبتلا ہیں یہ نہ صرف اہلسنت کے مسلک حق سے منحرف ہیں بلکہ کوفہ کے شیعان اولین سے

بھی گئے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتے ہیں۔ آمین —

# حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

## پراعتراضات اور انکے جوابات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پراعتراضات اور ان کے جوابات عرض کرنے سے پیشتر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت امیر معاویہ پراعتراض دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پراعتراض ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پراعتراض کرے وہ خدا پراعتراض کرتا ہے اس کا انجام ایمان سے اتھ دھونا اور روزِ قیامت ہونا ہے۔ — معاذ اللہ

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کی جیب جنگ ہوئی تو پھر دونوں کی صلح بھی ہوئی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا پھر اس جنگ میں کسی ایک عشرہ مبشرہ صحابی بھی حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ کا موقف بھی ایک ہی تھا۔ — ایک حضرت امیر معاویہ پراعتراض ان سب پراعتراض ہے پھر حضرت علی نے ان سے مصالحت کر لی تو ان پر بھی اعتراض ہوا کہ انہوں نے ایک کافر و مرتد سے صلح کر لی مگر یہ کہ شیعہ حضرات نمایاں حضرت علی کو کافر و مرتد سمجھتے ہیں اور دونوں طرف سے ہزار بندگانِ خدا شہید ہوئے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ مرتد کی سزا صرف قتل ہے یا توبہ کرنا ہے۔ حضرت علی کو یہ اللہ و جہد کی مصالحت اسلام کے اس نکتہ نظر کے خلاف تھی کہ مرتد کو یا تو قتل کر دیا اس کو مسلمان کر دیا اور توبہ کراؤ۔ حضرت علی نے ایسا نہ کیا لہذا وہ بھی

قابل اعتراض ہوئے بلکہ امام حسن و حسین بھی قابل اعتراض ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ سے نہ صرف مصالحت کی بلکہ اپنی خلافت ان کے سپرد کی اور ان کے ماتھے پر دونوں نے بیعت کی اثنیۃ حضرات کی مشہور کتاب — رجال الکشی میں قیس بن سعد کی روایت ملاحظہ کیجئے

فقال یا حسن قم فبايع  
فقام فبايع فقال للحسين عليه  
السلام قم فبايع فقام فبايع  
ثم قال يا قيس قم فبايع  
فالتفت الى الحسين ينظر ما يامر  
فقال يا قيس ان الله اصابني

رجال الکشی

طبع کر بلا

ص ۱۰۲

تو حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن سے فرمایا۔ اے حسن آپ کھڑے ہوں اور مجھ سے بیعت کیجئے، امام حسن کھڑے ہوئے اور ان سے بیعت کی۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا آپ کھڑے ہوں اور بیعت کیجئے۔ وہ کھڑے ہوئے اور بیعت کی۔ پھر قیس بن سعد سے فرمایا اے سعد آپ کھڑے ہوں اور بیعت کیجئے تو قیس امام حسین کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں امام نے فرمایا کہ قیس بیعت کیجئے کہ امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے حضرت امیر معاویہ سے بیعت کر لی ہے تو آپ بھی کیجئے تو انہوں نے بیعت کی۔

یہ شیعہ حضرات کی سب سے معتبر کتاب کا حوالہ ہے جب حضرت علی نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ امام حسن نے اپنی خلافت ان کے سپرد کر کے امام حسین و قیس بن سعد جیسے جان نثار ساتھیوں سمیت حضرت امیر معاویہ سے بیعت کی تو جو حضرت امیر معاویہ کو برا سمجھنے لگا وہ دراصل حضرت علی و حسن و حسین اور ان کے ساتھیوں کو بھی برا سمجھتا ہے اور ان پر طعن

ہے کیونکہ بڑے آدمی سے صلح کرنے والے اور اسے خلافت دینے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے بھی اچھے نہیں کہلا سکتے، اور ان حضرات پر طعن کرنا یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے اور حضورؐ پر طعن وراصل خدا تعالیٰ پر طعن ہے۔ ایسا آدمی اپنے باپے میں خود ہی سوچ لے کہ اس کے بعد اس کا کیا انجام ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین قبیلے بنو ثقیف بنو حنیفہ اور بنو امیہ ناپسند تھے۔ حضرت امیر معاویہ بنو امیہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے لہذا یہ بھی حضورؐ کو ناپسند ہوتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی قبیلے یا کسی جگہ کو ناپسند کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس قبیلے یا جگہ کا ہر شخص ناپسند ہے۔ اسی طرح کسی قبیلے یا جگہ کو پسند کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس قبیلے اور جگہ کا ہر شخص پسند ہے۔ دیکھئے قبیلہ قریش خدا کا پسندیدہ قبیلہ ہے اور مکہ و مدینہ پسندیدہ شہر ہیں لیکن ابو جہل و ابو لہب قریش و مکہ سے اور یہود مدینہ کے رہنے والے سخت ناپسند ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنی امیہ سے تھے اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے محبوب تھے کہ آپ نے اپنی دو شہزادیاں رقیہ اور ام کلثوم ان کے نکاح میں دیدیں اس لئے آپ کو ذوالنورین (دونوروں والے) کہا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی معتبر کتاب المحرر اور حیات القلوب جلد دوم اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز جلیل القدر تابعی جن کی عظمت کا تمام عالم اسلام قائل ہے اور خود شیعہ مصنفین نے ان کی تعریفیں کیں ہیں۔ بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نجد کی سرزمین ناپسند تھی اور اس کے لئے آپ نے دعائے خیر بھی نہ فرمائی اس کا یہ مطلب نہیں کہ نجد کا ہر شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا۔ سرزمین نجد سے ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ مولانا سلیمان بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوئے جو

تمام عالم اسلام کی نظروں میں قابل قدر عالم و بزرگ تھے جنہوں نے اپنے بھائی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے وہابیہ گمراہانہ خیالات کی تردید کی اور اس کے رد میں کتاب لکھی اور کار و ترجمہ ادارہ سوادِ اعظم لاہور نے — "نجدی مذہب" کے نام سے شائع کیا ہے۔  
 دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا تعلق ان تینوں قبائل کے بعض مخصوص افراد سے ہے۔ — چنانچہ ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ —

”قبیلہ ثقیف سے ایک جھوٹا اور ایک مہلک شخص پیدا ہوگا۔“

یہ اشارہ مختار بن ابی عبید اور حجاج بن یوسف کی طرف تھا — اول الذکر جھوٹا اور ثانی الذکر مہلک و ظالم تھا۔

قبیلہ بنی امیہ کو ناپسند کرنا نیز یہ کہ وجہ سے تھا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے جسے امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں ضعیف سند کیا تھا حضرت ابو عبیدہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

لا یرال امرأۃ حتی تقامًا  
 بالقسط حتی تکون اول  
 من یشمہ رجل من بنی  
 امیہ یقال لہ یرید  
 ثابت بالسنتہ و  
 تاریخ الخلفاء ص ۱۶

یعنی میری امت کا معاملہ ہمیشہ انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ سب سے پہلے جو شخص میری امت کے معاملہ میں رخنہ اندازی کرے گا وہ قبیلہ بنی امیہ کا ایک مرد ہوگا جس کا نام بنید ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے جسے امام دیلمی نے اپنی مسند میں حضرت ابو دردار سے روایت کیا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا —

اول من یرید من یشمہ رجل | سب سے پہلے جو شخص میری امت

کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا ایک مرد  
ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔

من بنی امیہ یقال لہ  
یزید (تاریخ الخلفاء ص ۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ بنو امیہ کو ناپسند کرنا یزید ایسے بعض مخصوص افراد کی وجہ  
تھا نہ کہ اس قبیلہ کا ہر فرد آپ کو ناپسند تھا۔ اگر ایسی بات ہوتی تو حضرت امیر معاویہ کو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہی کا کاتب اور اپنے ذاتی خطوط کا محرر کیوں مقرر فرماتے۔ پھر آپ  
کی ہمیشہ حضرت بنی ام جیبہ سے نکاح کیوں فرماتے؟ پھر ان کے حق میں دعائیں کیوں فرماتے  
اسی طرح قرآن میں ہے — وَقَتْلَ الْإِنْسَانِ مَا كَفَرَ — کہ  
انسان کی ہلاکت ہو کس قدر ناشکر و نافرمان ہو! — تو کیا سارے انسان ناشکرے ہیں  
ہرگز نہیں بلکہ اس سے بعض انسان مراد ہیں۔ اسی طرح ان قبیلوں سے بھی بعض افراد مراد  
ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھے نہ کہ اس قبیلے کے سارے افراد۔

یہاں سوال کہ جب یزید کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خبر دی تھی تو  
حضرت امیر معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد کیوں بنایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ تک وہ خیر نہیں پہنچی تھی، کیونکہ ہر صحابی حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کی ہر حدیث سے باخبر نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام صحابہ ہمہ وقت  
نہیں رہتے تھے بلکہ اکثر صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے کبھی جنگ پر کبھی تبلیغ  
پر کبھی وصولی زکوٰۃ پر کبھی مخالفین اسلام کے خلاف اسلام منصوبوں کی جاسوسی کرنے اور  
کبھی کسی کبھی کسی ڈیوٹی پر چلے جاتے تھے۔ بلکہ آنے والے بہت سے حالات حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے بعض صحابہ کو خفیہ طور پر بتائے اور ساتھ ہی انہیں ان حالات کو خفیہ رکھنے کا بھی  
حکم دیا تھا اور مشیت الہی ہی تھی تاکہ ان باتوں کو خفیہ رکھ کر خدا تعالیٰ کی بعض حکمتیں اور ان کے  
تقاضے ظہور میں آئیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ  
 " حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بعض ایسے راز بتائے کہ اگر میں انہیں  
 ظاہر کروں تو قتل کر دیا جاؤں" — کمانی صحیح البخاری

اور آپ اپنی دعائیں کہا کرتے تھے — اللهم انی اعوذ بک من السیتین  
 کہ یا اللہ میں ساٹھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں — اس وقت کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ساٹھ  
 سے کیا مراد ہے نہ ہی آپ نے کسی کو بتایا۔

نیز — حضرت ابو ہریرہؓ دعائیں یوں بھی کہا کرتے تھے —

اللهم انی اعوذ بک من امارۃ الصیان — کہ یا اللہ میں بچوں کی حکومت  
 سے تیری پناہ چاہتا ہوں — مگر آپ نے کبھی اس کی وضاحت نہ فرمائی بلکہ اس  
 کو خفیہ رکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی تھا۔

جب ۵۹ھ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا وصال ہوا اور یزید کے دورِ امارت میں واقعہ  
 کربلا رونما ہوا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ ساٹھ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی مراد سنہ ۵۹ھ تھی اور بچوں کی  
 حکومت سے ان کی مراد یزید کا دورِ حکومت تھا کہ اسلام میں یہ پہلا کم عمر امیر مقرر ہوا اس وقت  
 اس کی عمر پچیس سال تھی۔

غرضیکہ — حضرت ابو عبیدہ اور ابو درداہ بھی یزید کے نام کی جو حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ بھی انہیں راز مانے سرسینہ کا حصہ تھی، حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی طرف سے جن کو خفیہ رکھنے کی ہدایات تھیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 خصوصی طور پر ان دو حضرات کو بتانے کی بجائے مجمع عام میں فرماتے۔ دو سکر صحابہ سنتے  
 اور اس کی روایت عام ہوتی مگر کسی اور صحابی سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ  
 حدیث روایاتی اور ابوالعبلی کے سوا کسی دو سکر محدث تے روایت کی ہے — معلوم  
 ہوا کہ یقیناً یہ ارشاد راز کے طور پر فرمایا گیا تھا جو حضرت امیر معاویہ بلکہ دوسرے صحابہ تک

نہ پہنچ سکا۔ اس لئے ان پر اعتراض کرنا قطعاً بے جا ہے۔

حضرت امیر معاویہ سے حضرت امام حسن کی صلح اس شرط پر ہوئی تھی کہ  
حضرت امیر معاویہ کے بعد حکومت امام حسین کے سپرد کی جائے گی مگر

## اعتراض دوم

انہوں نے اپنے بیٹے کو حکومت دیکر اس شرط کی خلاف ورزی کی جو ایک صحابی تو کیا ایک عام  
مسلمان کی شان سے بھی بعید ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صلح نامہ میں امام حسین کی بجائے امام حسن کی شرط تھی لیکن جب

امام حسن پہلے ہی وفات پا گئے تو یہ شرط ختم ہو گئی۔ اس میں یہ نہیں تھا کہ امام حسن اگر  
زندہ نہ رہے تو حکومت امام حسین کے سپرد کرنا ہوگی۔ اگر ایسی شرط ہوتی تو اس کی خلاف ورزی  
ہوتی مگر یہ شرط نہ تھی لہذا خلاف ورزی بھی نہ ہوئی۔ اس لئے حضرت امیر معاویہ پر  
عہد کی خلاف ورزی کا طعن بھی بے جا ہے۔

حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو جانشین بنا کر جہو بیت کی  
خلاف ورزی کی اور طوکیت کی بنیاد ڈالی جو اسلام میں ناجائز

## اعتراض سوم

ہے۔ اور بیٹا بھی کیا، فاسق و ناجور اور شرابی قسم کا۔ — داسرہم شوریٰ  
بینہم — قرآن کے حکم کے بھی خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیٹے کو جانشین بنانا اسلامی جہو بیت کے ہرگز خلاف

نہیں ہاں اسلامی جہو بیت کے خلاف اس وقت ہو گا جب جانشین ہونے والا بیٹا نا اہل  
اور نالائق ہو یا جانشین ہونے والے کے حالات اس بات کا غالب اندیشہ دلا رہے ہوں  
کہ وہ اسلام کے خلاف کام کرے گا اور مسلمانوں کو اسلام کے علاوہ کسی اور رستے پر ڈالنے  
یا فتنہ انگیزیاں کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے مقابلہ میں لائق اور اہل آدمی بھی موجود  
ہوں اس صورت میں بیٹے کو جانشین بنانا جائز نہیں۔

اگر صورت حال اس کے برعکس ہو یعنی جانشین ہونے والا اہل علم اور لائق ہونے سے



جانشین بنانا جائز ہے۔ — اگر ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ یہ مشورہ نہ دیتے کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو اپنا جانشین بنائیں، کیونکہ ناجائز کام کا مشورہ دینا بھی ناجائز ہے پھر حضرت عمر نے اپنے صاحب زادے کو خلیفہ نہ بنایا اس لئے نہیں کہ وہ ان کا بیٹا تھا اور بیٹے کو جانشین بنانا اسلام میں قابل اعتراض بات ہے بلکہ آپ نے یہ عذر پیش کیا کہ "میرا بیٹا جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے اور خلیفے کے لئے متحمل اور بردبار ہونا ضروری ہے"

پھر لوگیت کو بھی ایسے ہی بدنام کر دیا گیا ہے حالانکہ اسلام میں لوگیت کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ بادشاہ عادل کو حدیث میں خدا کا سایہ فرمایا گیا ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں: —

السلطان العادل ظل الله في ارضه (الحديث) —  
 کہ عادل بادشاہ رُئے زمین پر خدا کا سایہ ہے۔ — اُجکل کے جمہوری طریقہ سے بننے والے صدی یا وزیر اعظم گزشتہ زمانے کے بادشاہوں سے بھی زیادہ آمر ہیں اُجکل دفعہ ۱۴۴ اور ہنگامی حالات کا نفاذ کیا کم آمریت ہے؟ — کیا ایسی جمہوریت اسلام کو پسند ہے؟ — لاحول ولا قوۃ

اور اگر مشورہ کہنا ضروری اور فرضِ اسلام میں سے تھا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں نامزد کیا تھا —  
 معلوم ہوا کہ مشاورت

فضیلت اور استحسان کی بات ہے، فرض اور واجب نہیں۔

اس کے باوجود یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے زید کے باپے میں کسی سے مشورہ ہی نہیں لیا تھا بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ایسے بعض جلیل القدر صحابہ کا مشورہ انہیں حاصل تھا رہا یہ کہ حضرت مغیرہ نے اپنی معزولی سے بچنے کے لئے انہیں یہ غلط مشورہ دیا تھا تو یہ ایک عظیم الشان صحابی پر بہتان اور تاریخ کا افتراء ہے۔ — جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ



اور مشاورت بھی ایک مستحسن چیز ہے فرانس یا ارکان اسلام سے نہیں کہ اس کے ترک پر انسان فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ نے جنگ صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کر کے لڑائی کو روایا تھا نیزوں پر بلند کرنا قرآن کی سوء ادبی ہے

### اعتراض چہارم

اس لئے پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کے دل میں قرآن کا کوئی احترام نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ————— نیزوں پر قرآن کو بلند کرنا قرآن کو ادنیٰ کیا

گیا تھا خدا نخواستہ نیچے تو نہیں کیا گیا تھا کہ قرآن کی بے ادبی ہوتی ————— دوسری بات یہ کہ

حضرت امیر معاویہ نے تو حضرت علی کی ہی تقلید کی تھی کیونکہ جنگ جمل میں جنگ کو روانے کے

لئے حضرت علی نے بھی قرآن کو نیزوں پر بلند کر لیا تھا۔ اے محض ایک جنگی چالی پر معمول کرنا ان پاکیزہ

لوگوں کے حق میں سوء ظن ہے۔ ————— (ملاحظہ ہو تازنخ طبری ج ۵ ص ۲۰۴)

مگر اس وقت جنگ نہ رک سکی تھی اور اب رک گئی۔ ————— اگر یہ بے ادبی ہے

تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کیا کہیں گے؟ ————— معلوم ہوا کہ یہ جنگی چال نہ تھی۔

حضرت امیر معاویہ کی یہ ایک جنگی چال تھی انہوں نے تازہ دم

ہونے کے لئے قرآن کو اڑ بنا کر جنگ رکوائی تھی چنانچہ حضرت

### اعتراض پنجم

علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فرماتے ہوئے کہ ————— لیسوا یا صحاب دین ولا قرآن

انا اعرف بھم منکم الخ ————— یہ لوگ نہ دین دار ہیں اور نہ قرآن والے

ہیں انہیں تم سے زیادہ میں پہچانتا ہوں" ————— اپنے ساتھیوں کو جنگ بند کرنے سے

منع کر دیا تھا جیسا کہ تازنخ کی کتابوں سے واضح ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تازنخ کی جن جن کتابوں میں یہ یا اسی طرح کی دوسری روایات

آئی ہیں ان کا مرکزی راوی ————— ابو مخنف ————— ہے جو کٹر شیعہ اور کذاب تھا۔ اس لئے اس

کی ایسی روایات کذب صریح کے سوا کچھ نہیں اور محدثین سے سینے پر۔

امام شمس الدین ذہبی نقاد کبیر ابو محنف کے بارے میں میزان میں فرماتے ہیں۔

لا یوثق بہ (میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۱۳۶) کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں

امام ابن حجر العسقلانی لسان المیزان میں فرماتے ہیں۔

شلیعی محترق صاحب اخبارہم لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۲۹۲ طبع حیدرآباد دکن

کہ ابو محنف جلا بھنا یعنی کٹر شیعہ تھا اور شیعوں کی خبریں جانتا اور روایت کرتا تھا۔

مورخین چونکہ نقاد نہیں ہوتے وہ ہر قسم کے رادیوں کی خبریں جمع کرتے ہیں اس لئے

ان کی روایات کو جانچ پڑتال کر کے قبول کرنا چاہیے۔۔۔ بالخصوص اگر کوئی خبر کتاب

سنت کے خلاف ہو تو اسے جھوٹ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ تاریخ کی کتاب سنت کے مقابلے

میں کوئی اہمیت نہیں کہ عقیدے کی بنیاد کتاب و سنت ہے نہ کہ تاریخ کے واقعات!

چنانچہ علامہ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

یعنی سیرت و تاریخ حدیث صحیح کا  
مقابلہ نہیں کر سکتی۔

وما روى في السيرة

لا يقاوم ما في الصحيح

(ج ۱ صفحہ ۶۶ مصری)

جب تاریخ و سیرت کی روایات احادیث صحاح کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تو قرآن و

سنت کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ کے بارے میں تاریخ پر کلی اعتماد کرنا متلاشٹی

حق کی شان نہیں ہے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ حضرت امیر معاویہ کا اس طرح جنگ کلمے رکوانا شدت

جذبہ اسلامی اور ملت اسلامیہ کے درو کی وجہ سے تھا۔۔۔ اس میدان کا رزار میں آپ

کی صدائے درو جن کلمات پر مشتمل تھی انہیں ملاحظہ فرمائیے۔

ہذا حکم کتابہ اللہ عزوجل یعنی ہائے اور تہائے درمیان یہ

بینا و بینکم من لشعور الشام کتاب اللہ فیصلہ ہے اہل شام کے رہنے

کے بعد شام کی اور اہل عراق کے نہ ہونے  
کے بعد عراق کی سرحدوں کی حفاظت  
کون کرے گا؟

بعد اہلہ ومن لشعور العراق  
بعد اہلہ

تاریخ کامل امام ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۱

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ صدائے درد اس وقت فضاؤں میں بلند ہوئی  
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے چالیس ہزار اور حضرت امیر معاویہ کی فوج سے بیس ہزار  
سپاہی جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ چنانچہ امام ابن کثیر لکھتے ہیں

کہ اہل شام کی کل فوج ساٹھ ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ بیس ہزار تھی

کہ اہل شام کی ساٹھ ہزار فوج سے  
بیس ہزار اور اہل عراق کی ایک لاکھ  
بیس ہزار سے ساٹھ ہزار قتل کی بھینٹ  
چڑھ چکی تھی۔

فقتل مذہم عشرون الفا

ومن اهل العراق ستون الفا

(البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۴۲)

جو حضرت امیر معاویہ کے ان درد انگیز کلمات کو ایک حقیقت حال قرار دینے کی بجائے  
جسگی چال پر محمول کرتا ہے ہمارے خیال میں سبائی فکر کی ترجمانی کرتا ہے (اعاذنا اللہ منہ)

واقعہ تحکیم میں حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمرو بن عاص کے

ذریعے حضرت علی کو خلافت سے معزول کر لیا۔ حضرت عمرو بن

اعتراف ششم

عاص نے حضرت امیر معاویہ کیساتھ ساز باز کر کے ابو موسیٰ اشعری کو بے وقوف بنا لیا اور حضرت  
معاویہ نے عمرو بن عاص سے خلافت نوبت اپنی خلافت کا اعلان کرانے سے معاہدہ ثالثی  
کی خلافت درزی کرائی اور بہت بڑا دھوکہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مورخین کی مہربانی ہے کہ انہوں نے واقعات کی روایت

کرنے والوں کو نقد و جرح کے اصولوں پر پرکھے بغیر ان روایات کو لیکر کتب ترازین میں  
جمع کر دیا۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ لوگ محدثین تو محض نہیں اور کوئی محض

بھی تو انہوں نے اس خیال سے کہ یہ محض تاریخ ہے حدیث نہیں ہے اسے نقد و جرح کے اصولوں پر پرکھنا ضروری نہ سمجھا۔ اور اس خیال سے کہ دروغ برگردن راوی ہر زطیہ یالیں کو نقل کر ڈالا۔ بلکہ اگر ایک مؤرخ نے تحقیق کے بغیر ایک واقعہ کو نقل کر دیا تو دوسرے مؤرخین بھی اس کی تقلید میں اس واقعہ کو نقل کرتے اور مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔

ایک بڑے مؤرخ کی زبانی اس حقیقت کا اعتراف ملاحظہ فرمائیے اور یہ ہیں اہم حفاظ

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ — فرماتے ہیں

لولا ان ابن جریر وغیرہ  
من الحفاظ والائمة ذکرہ  
ما سقته واكثرہ من روایة  
ابن مخنف لوط بن یحیی وکان  
شیعیاً وهو ضعیف الحدیث  
عند الائمة

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲)

یعنی اگر ابن جریر طبری اور دوسرے  
ائمہ و حفاظ تاریخ نے یہ روایات اپنی  
کتابوں میں ذکر نہ کی ہوتیں تو میں اپنی اس  
کتاب میں ان کا قصہ نہ چلاتا۔ جب کہ  
اس قسم کی اکثر روایات ابو مخنف لوط  
بن یحییٰ سے مروی ہیں۔ وہ شیعہ تھا اور  
محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

لیکن آج کے دور جہالت میں جب کہ لوگ کتاب و سنت کی طرح تاریخ کو بھی  
اہمیت دینے اور جزو ایمان بنانے لگے ہیں ضروری ہو گیا ہے کہ عقل و خرد اور جرح و نقد  
کے اصولوں سے حق و باطل میں امتیاز کیا جائے۔

اگر ذرا بھی  
عقل و درایت

ہماری تاریخ دشمنان اسلام نے مسخ کر دی ہے

سے کام لیا جائے تو ان روایات کی حقیقت صاف کھل جاتی ہے اور دشمنان اسلام کے  
مکر و فریب کا پتہ چل جاتا ہے کہ انہوں نے ہماری تاریخ مسخ کر دی ہے ہماری مسخ شدہ  
تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمر بن عاص نے اپنے قبیلے زبانی سننے

حالانکہ یہ عقل و دانش اور اسلام کی سابقہ روایات و ضوابطِ تحکیم کے خلاف ہے۔ اس سے پیشتر جب بھی کہیں ایسے اہم فیصلے ہوئے وہ باقاعدہ ضابطہ تحریر میں لاتے جاتے تھے اور وقت پر پڑھ کر سنا دیئے جاتے۔ — معاہدہ حدیبیہ اور اسی طرح کے دوسرے معاہدے تحریری طور پر ہوتے رہے۔ یہ اس قدر بڑا فیصلہ اور بغیر تحریر کے محض زبانی سنا دیا جانے ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ یہ ایک ایسا اہم فیصلہ تھا جس کے لئے تحریر ضروری تھی کہ فریقین کے ثالث اُسے پڑھ کر سناتے اس کے بعد اس پر فریقین کے دستخط ثابت ہوتے تاکہ آئندہ فریقین کو اس کے ایک ایک حرف کی پابندی کرنا پڑتی اور کسی کی طرف سے خلاف درزی کا امکان ختم ہو جاتا۔ — حالانکہ اگر چند ٹکوں کا لین دین ہو تو اسے بھی قرآن کریم ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرماتا ہے۔

<p>اے ایمان والو جب تم ایک مدت مقررہ تک کسی دین کا لین دین کر دو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے دربان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے۔</p>	<p>يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَحَدٍ مِّنْكُمْ فَأَكْتُبُوهُ وَلِيكُنْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ الخ</p>
---	--

(بقرة آیت ۸۲)

اور امتِ محمدیہ کے دو عظیم گروہوں کے درمیان فیصلہ ہو رہا ہے اور ایک بڑی جنگ کے بعد ہو رہا ہے جس میں فریقین کے ۶۰ ہزار آدمی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں نہ نشانی سے تحریر کرتے ہیں اور نہ ہی فریقین سے مطالبہ تحریر ہوتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ ہماری اس گزارش کہ ثالثوں کا فیصلہ محض زبانی نہیں تھا بلکہ لکھا گیا اور پڑھ کر سنایا گیا کی تائید طبری اور محاصرات میں لکھے ہوئے ان الفاظ سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ

”معاہدہ تحکیم کے سلسلہ میں فریقین میں بیٹے پایا تھا کہ ثالث جو

فیصلہ سنائیں گے ایک تودہ زبانی نہ ہو بلکہ تحریری طور پر مرتب ہو اور  
دوسرے یہ کہ وہ فیصلہ دومۃ الجندل کے مقام پر مقررہ تاریخ پر سنایا  
جائے۔

(ملاحظہ ہو طبری ج ۶ ص ۲۹/۳۰/۳۱، محاضرات ج ۲ ص ۲۹)

مگر سبائی فتنہ پردازوں اور مسلم نما تاریخ گو یوں نے تاریخ سے مثالوں کے فیصلہ  
کا متن ہی حذف کر دیا تاکہ ان کی طرف بے پردہ اور من گھڑت واقعات منسوب کر کے مسلمانوں  
کو صحابہ کی عقیدت سے منحرف کرنے کی جو ناپاک کوشش کی جائے اس میں وہ متن حائل  
نہ ہو سکے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ فیصلہ تحریری تھا اور اس پر مثالوں  
کے پھر دونوں طرف کے مثالوں کے گواہوں کے دستخط لئے گئے تھے اور اس کے بعد  
فریقین کی موجودگی میں اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ جس پر فریقین کو اس قدر اطمینان ہوا  
کہ پھر حضرت علیؑ و معاویہؓ کے درمیان کبھی لڑائی نہ ہوئی، اور نہ کسی کی طرف سے کبھی  
اختلاف رونما ہوا۔

وہ فیصلہ کیا تھا۔ اور اس کے متن کے الفاظ کیا تھے؟ امام ابو بکرین

عربی — "العواصم من القواصم" — میں تحریر کرتے ہیں کہ اس  
فیصلے کا متن یہ تھا۔ ترجمہ:

"عداوت کا معاملہ بڑے بڑے صحابہ پر چھوڑ دیا جائے  
جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک راضی ہے  
سر دست حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ اپنے اپنے  
مقبوضہ علاقوں کا نظم و نسق علیحدہ علیحدہ چلاتے رہیں اور  
اپس میں امن و سلامتی سے رہیں۔"

اسی فیصلہ پر فریقین راضی ہو گئے اور مثالوں یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور



حضرت عمر بن عاص کے حسن ذہانت اور خدا داد بصیرت سے آپس کی جنگ و جدال کا قصہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ ان مثالوں میں سے نہ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری کم عقل تھے جیسا کہ تاریخ میں ملاوٹ کرنے والے سبائیوں نے کہہ ہے اور نہ ہی حضرت عمرو بن عاص دھوکہ باز تھے جیسا کہ جعلی تاریخ سازوں نے ان کو ظاہر کیا ہے۔

اس سے دراصل حضرت علی پر بھی بہتان اُٹا ہے کہ وہ ایک ایسے آدمی کو ثالث بنانے پر آمادہ ہو گئے جو اس قدر سادہ کم عقل اور بے ذوق تھا کہ فریق مخالف کی سازش کا شکار ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضرت علی میں اتنی سوچ بوجھ بھی نہ تھی کہ ثالث کو کن صفات کا حامل ہونا چاہیے۔

غرضیکہ — مسلم نما سبائیوں نے تاریخ کو مسخ کر کے صحابہ کرام کی طرف غلط اور گھناؤنے کردار کی نسبت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تاکہ مسلمانوں بالخصوص نسلی نسلوں کے دلوں میں صحابہ کی عقیدت باقی نہ رہے بلکہ ان کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ صحابہ تو بے ذوق کم عقل یا مسکار اور فریبی تھے۔ جب معاذ اللہ! لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام کی عظمت کے نقوش باقی نہ رہیں گے بلکہ ان کے نزدیک وہ بے ذوق یا چوٹی کے عیار و مکار ٹھہریں گے تو عوام مسلمانوں اور بالخصوص نسلی نسل کا صحابہ کرام کے پسپانے ہوئے اسلام پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اس عوام بالخصوص نسلی نسل کو کفر و الحاد کی طرف لے جانا آسان ہو جائے گا۔

ہذا ہم یقین سے کہتے ہیں کہ — مثالوں نے وہی فیصلہ کیا جو امام ناضی ابو بکر بن عربی کے حوالے سے گزرا۔ اس میں نہ کسی نے دھوکا دیا اور نہ کسی نے دھوکا کھایا اس لئے حضرت امیر معاویہ کو اس بارے میں مطعون کرنا قطعاً بے جا ہے۔

اعتراض مضموم

بعض روایات میں اُٹا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حکم دیا تھا کہ

اذا رأيتهم على المنبر فاقتلوه ————— کہ جب تم انہیں  
منبر پر بیٹھا دیکھو قتل کر دو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ————— یہ روایات رافضیوں کی من گھڑت ہیں جو  
حضرت امیر معاویہ کو بدنام کرنے اور نگاہ نبوت میں انہیں مقہور و مبغوض ظاہر کرنے  
کے لئے اختراع کی گئی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری اپنی کتاب تاریخ صغیر میں فرماتے

ہیں

یعنی ان روایات کی کوئی اصل

نہیں اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم سے کسی صحابی کے پاس میں اس  
طرح کا فرمان ثابت ہے

وهذه الأحاديث ليس  
لها اصولٌ ولم يثبت  
عن النبي صلي الله عليه وسلم  
(تاریخ صغیر ص ۷۷)

**اعترض** امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد کر کے اسے حکم دیا تھا کہ وہ امام حسین کے  
ساتھ ہر ممکن ظلم و تشدد کر کے ان سے بیعت لے۔

**جواب** یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے جاں نثار صحابی پر بے بنیاد اعتراض  
ہے۔ ہم جیسا کہ اس سے پیشتر عرض کر چکے ہیں اگر اس قسم کی کوئی بات  
تاریخ کے صفحہ پر موجود ہو تو وہ ہرگز حجت نہیں کسی عام مسلمان پر ظلم و زیادتی کرنا اور اس  
کا مشورہ دینا گناہ کبیرہ ہے پھر نواسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں اس قسم کا  
مشورہ یا حکم دینا تو انتہائی بدتر گناہ ہے جس کی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
نسبت کرنا اور تاریخ کے رطب یا لبس اور بے سرو پا حوالہ جاست پر اس کی بنیاد رکھنا کسی  
دانشمند اور اصول پسند انسان سے متوقع نہیں۔ تاریخ کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے  
کسی مسلمان کی طرف کبیرہ گناہ کی نسبت کے لئے محض تاریخ کا حوالہ کافی نہیں ہے۔

بلکہ اس میں خبر واحد تک کا بھی اعتبار نہیں کہ وہ بھی ظنی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے — اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِشْمٌ — کہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں —

وَمَا يَتَّبِعْ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

کہ ان میں اکثر گمان پر ہی چلتے ہیں۔ بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا —

لہذا اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ یہود و غلط اعتراض ہے۔ بلکہ اس کے برعکس سیدنا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت پڑھی جو آپ نے یزید کو امام عالی مقام کے حق میں فرمائی

حضرت امیر معاویہ کی یزید کو وصیت

امام ابراہیم اسفرائینی ائمہ اہلسنت میں سے علیل القدر

امام گذرے ہیں وہ اپنی مشہور تصنیف لطیف

نور العین فی مشہد الحسین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت نقل فرماتے ہیں۔ جو

آپ نے آخری وقت میں اپنے لڑکے یزید کو فرمائی۔ طوالت کے خوف سے عربی کی بجائے

صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

”حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مدت تک سربراہ مملکت ہے۔ آپ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اور جمیع نبی ہاشم خصوصاً حضرت امام حسین اور آپ

کے برادران و اہل بیت و اقارب کی بہت تعظیم فرماتے تھے یہاں والد سے

بھی بڑھ کر شفقت فرماتے حضرت امام حسین کو مدینہ منورہ کی نیابت سونپ

دی اور آپ مدت تک حضرت امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر

رہے پھر آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کو آپ کے اہل بیت و اقارب کے ہمراہ دمشق لے گئے اور انہیں اپنا نائب سربراہ

مملکت بنا دیا۔ ہر طرف حضرت امام حسین ہی کا حکم چلتا تھا آپ کی بہت

تعظیم و تکریم کی جاتی تھی حضرت امیر معاویہ ہر شخص کو امام حسین کی تعظیم و تکریم

کا حکم دیتے امام حسین کے ہر مشورہ اور آپ کے حکم کی تعمیل فرماتے۔ اور  
 سب سے پہلے آپ کی ہی ہر ضرورت پوری کی جاتی، حضرت امیر معاویہ جہاں  
 بیٹھے حضرت امام حسین کی کرسی اپنے ہمراہ رکھواتے۔ آخر آپ بیمار ہوئے  
 اور موت کے آثار نظر آنے لگے تو اس وقت اپنے بیٹے یزید کو بلوایا وہ  
 حاضر ہوا اور سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ — میرا آخری وقت ہے  
 اور تم میرے جانشین ہو گے مگر میں تجھے رعیت میں عدل و انصاف کی وصیت  
 کرتا ہوں۔ بیٹوں کو باپ اور برابر والوں کو بھائی اور چھوٹوں کو اولاد کے  
 بمنزلہ سمجھنا، خدا اور رسول کی اطاعت کو ہر بات پر مقدم رکھنا اور امام حسین  
 اور آپ کے اعزہ و اقارب کا اعزاز و اکرام تجھ پر ایسے ہی فرض ہے جیسے  
 میرا۔ اپنی ہر ضرورت پر امام حسین اور آپ کے اعزہ و اقارب کی ضرورت  
 کو مقدم رکھنا اور جمیع بنی ہاشم کے ساتھ میری طرح حسن سلوک سے پیش آنا  
 اور حیب امام حسین مملکت کی باگ ڈور لینا پسند فرمائیں ان کے حوالے  
 کر دینا۔ یہ سلطنت و بادشاہت تو انہیں کے ہی لشکرِ کریم کا ایک حصہ ہے۔  
 اگر خدا نخواستہ تو نے میری اس وصیت کے خلاف کیا تو روز قیامت میں تجھ  
 سے بری ہوں گا اور ان کے جدا مجد رسول اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی تجھے  
 نصیب نہ ہوگی۔ — اے یزید! ہم اس مقدس گھرانے کے غلام ہیں  
 کسی حال میں بھی حضرت امام حسین کو ناراض نہ کرنا کیونکہ ان کی ناراضگی خدا اور  
 رسول کی ناراضگی ہے اور ان سے بغض و عداوت خدا اور رسول سے بغض و  
 عداوت ہے۔ — یزید سن لے! اگر تو امام حسین اور ان کے  
 اعزہ و اقارب کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہوا اور ان کی ناراضگی رسول  
 توہین و دنیا و آخرت میں تجھ سے بری ہوں گا اور تیرا حشر مجرمین کے ساتھ ہوگا

اور تو سیدھا دوزخ میں جائے گا۔۔۔۔۔ یزید لولا، حضور! میں آپ کی  
ہدایت پر من و عن عمل کروں گا،

ذکر العین فی مشہد الحسین ص ۴/۵ طبع مصر مطبع مصطفیٰ البابی ۱۳۶۲ھ

حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں یزید میں عیب و نقص دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ چنانچہ

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ معاویہ معذور فی ما وقع منه لیزید لانہ لم

یثبت عنده نقص ذیہ۔۔۔۔۔ (تطہیر الجنان واللسان ص ۲۵)۔۔۔۔۔ یعنی حضرت

امیر معاویہ یزید کے ولی عہد بنانے میں معذور تھے کہ انہوں نے یزید میں بہ چشم خود کوئی عیب

نہ دیکھا تھا بلکہ یزید کی طرف سے بعض لوگ امیر معاویہ کے حضور اس کی تعریف کیا کرتے

اور یہ خرابی بعد میں پیدا ہوئی اس کی ذمہ داری امیر معاویہ پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واصل بحق ہو کر رہی آخرت ہو گئے۔ انحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ مومے مبارک و ناختم ہائے شریفہ اور چادر مقدس کا ایک قطعہ بطور

تبرک اپنے ہمراہ لے گئے۔۔۔۔۔ مگر یزید کی کم سنجی کہ حضرت امیر معاویہ کی وفات کے

بعد اس کی صحبت غیر اور کیفیت مختلف ہو گئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس کی نظریں پھر

گئیں تو خدا و مصطفیٰ جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے خود محروم ہو گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ درحقیقت اس کی نظر عنایت کے ہرگز ہرگز محتاج نہ تھے آپ غیورانہ

انداز سے دمشق کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ اقامت پذیر ہو گئے۔۔۔۔۔ پھر جو کچھ ہوا وہ

آپ کی شہادت اور یزید کی شقاوت پر منتج ہوا۔

وہ جلیل القدر امام ہیں جنہیں محدثین استاذ کے لقب سے یاد کرتے

ہیں۔۔۔۔۔ ان کی تفسیر اس سفر استقامت ہے۔۔۔۔۔ ان الدعاء

عندہ لیستجاب ہذہ کرامۃ۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ ان کی قبر کے پاس دعائیں قبول

ہوتی ہیں اور یہ ان کی کرامت ہے۔۔۔۔۔ آپ امام کبیر اصولی و فقہیہ بے نظیر تھے

۔۔۔۔۔

بڑے زاہد و عابد بھی۔ آپ کا نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہے اسقرآن ایک شہر ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں کلام و اصول میں الاستاذ آپ کا ہی عرف ہے۔ امام ابو الحسن اشعری کے شاگرد ہیں روز عاشورہ ۴۱۸ھ نیشاپور میں وفات پائی (نبراس شرح شرح عقائد ص ۲۲۹)

**اعتراف** امیر معاویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ستر جنگیں لڑی ہیں اور ان کی بیعت نہیں کی جبکہ حدیث میں ہے — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں فرمایا — جو ان سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا۔ جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔

**جواب** حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ میں جنگ ضرور ہوئی ہے اور وہ صرف جنگ صفین ہے۔ جنگ جمل میں تو قیادت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تھی

مگر جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ کی قیادت تھی۔ ستر جنگیں نہیں ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہ کا حضرت علی سے جنگ کرنا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کرنے کی بجائے مقابلہ میں آنا حضرت امیر معاویہ کی خطا اجتہادی ہے۔ صرف قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی وجہ سے انھیں طوعاً و کرہاً مقابلہ میں آنا پڑا۔ طلب خلافت کے لئے ہرگز نہیں جیسا کہ بعض نام نہاد مصنفین بلا تحقیق رائے قائم کئے ہوئے ہیں بلکہ وہ حضرت علی کو ہی افضل و احق بالامامتہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ شرح عقائد شریف میں امام تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ملاحظہ ہو

وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمَخَالَفَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ  
لَمْ يَكُنْ عَنْ نَزَاعٍ فِي خِلَافَتِهِ  
بَلْ عَنْ خَطَا فِي الْأَجْتِهَادِ  
(شرح عقائد طبع مصر ص ۱۲۲)

یعنی حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے  
ماہین جو لڑائی جھگڑا ہوا وہ ان کی خلافت  
میں اختلاف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ خطا اجتہادی  
سے تھا۔

حضرت تفتازانی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد پر استاذ المحققین مولانا عصام الملہ و الدین

ابراہیم بن محمد الاسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں —————

فَاتَّ الْوَأَجِبَ حُسْنُ الظَّنِّ بِأَصْحَابِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتِقَادِ  
بِرَأْيِهِمْ عَنْ مَخَالَفَةِ الْحَقِّ فَإِنَّهُمْ  
أُسْوَةٌ أَهْلِ الدِّينِ وَمَكَارِمُ مَعْرِفَةِ  
الْحَقِّ وَالْيَقِينِ رَأَى ان قَالَ وَكَانَ  
نَزَاعُهُ فِي طَلَبِ الْقِصَاصِ لَا فِي  
طَلَبِ الْخِلَافَةِ ر ۱۲۲

کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
حسن ظن اور مخالفت حق سے ان کی برائت  
کا عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ وہ اہل دین  
کے نمونے اور معرفت حق و یقین کے مدار  
ہیں ————— اور امیر معاویہ کا جھگڑا  
طلب قصاص کے لئے تھا طلب خلافت  
کے لئے نہیں

اقول وما قال انه ظاهر البطلان لعدم انقياده لاحكامه المقومة ايضا  
ظاهر البطلان لانه ان انقاد لاحكامه لم يبق نزاع بل يكون تقليد او  
كانا رضی اللہ عنہما فقیہان ومجتہدان والتقليد حرام علی المجتہد بل  
يجب عليه العمل باجتهاده ————— علامہ امام شمس الملہ والدین المعروف  
بالحیالی ————— فرماتے ہیں

فَاتَّ مَعَاوِيَةَ وَآخِزَابَهُ  
لِعَوَائِنِ طَاعَتِهِ مَعَ احْتِرَافِهِمْ  
بِأَنَّهُ أَفْضَلُ أَهْلِ زَمَانِهِ وَ  
أَنَّهُ الْأَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ بِشِبْهِهِ  
هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتْلَةِ  
عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

کہ حضرت معاویہ اور ان کے گروہ نے  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری سے  
بغاوت کر دی تھی باوجودیکہ انہیں اعتراف  
تھا کہ آپ ہی افضل اہل زمان اور خلافت کے  
زیادہ حقدار ہیں ایک شبہ (دلیل شرعی) کی وجہ  
سے (بغاوت کر دی تھی) وہ تابعین عثمان رضی اللہ عنہ  
سے ترک قصاص ہے۔

(خیالی مصری ص ۱۲۲)

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ حضرت علی کو ہی اس وقت سب سے افضل اور

خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے لیکن چونکہ حضرت علی حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص نہیں لے رہے تھے اس لئے وہ ان کی اطاعت سے انکاری ہوئے انہیں خلافت مطلوب نہ تھی۔ بلکہ علامہ عبدالعزیز پر ہاروی صاحب نے اس تو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بھی عملاً تسلیم کرتے تھے۔ بلکان المحاربون یسلمون خلافتہ۔۔۔ (نیز اس ص ۵۰۲)

**واقعہ جمل و یمن** | حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد از شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ چُن لئے گئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان سے فوراً قصاص لیں۔ قاتلین عثمان کی تعداد چار ہزار تھی پھر یہ لوگ حضرت علی کی بیعت ہو گئے یہ اپنے ہمنواؤں کی تعداد میں اضافہ کر کے بیس ہزار تک پہنچ گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ ان سے ضرور قصاص لیا جائے گا مگر خلافت کا معاملہ مستحکم ہو جائے مگر حضرت عائشہ صدیقہ ناراض ہو گئیں کہ قصاص میں لیت و لعل کیا جا رہا ہے حضرت طلحہ و زبیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کے ہمراہ ہو گئے اور بصرہ کو روانہ ہو پڑے۔ حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ حضرت ام المؤمنین کے پیچھے روانہ ہو چلے تاکہ آپ کو سمجھا سجا کر واپس لے آئیں۔ راستہ میں ملاقات ہو گئی۔ ام المؤمنین اپنے موقف پر قائم رہیں حتیٰ کہ فریقین میں جنگ چھڑ گئی حضرت طلحہ و زبیر جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اس موقف میں ام المؤمنین کے ہمراہ حضرت علی کے خلاف تھے اسی جنگ میں شہید ہو گئے حضرت ام المؤمنین اونٹ پر سوار تھیں اور ایک جماعت آپ کی تعظیم و تکریم کے لئے اونٹ کی حفاظت کر رہی تھی اونٹ سے الگ نہ ہوتی تھی تاکہ حرم نبوی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل رکھا گیا کہ جمل عربی میں اونٹ کو کہتے ہیں اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ غالب رہے۔ ام المؤمنین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں اس وقت مصالحت ہو گئی اور محمد بن ابی بکر ام المؤمنین کے بھائی آپ کو واپس مدینہ لے آئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ نے مطالبہ



قصاص جاری رکھا کہ حضرت عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے ساحل فرات پر صفین کے محل میں جنگ ہو گئی یہ جنگ ایک عرصہ تک رہی بعد میں مصالحت ہو گئی۔

الغرض چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ تھا اس بنا پر جنگ ہوئی حضرت علی سے نہ کسی کو بغض تھا نہ عداوت اور حدیث میں جس جنگ کو حضور نے اپنے ساتھ جنگ قرار دیا یہ وہی جنگ ہے جو کسی شرعی وجہ سے نہ ہو بلکہ بغض و عداوت اور ذاتیات کے طور پر ہو جیسے غار جیوں کو ان سے بغض و عداوت تھی جو کچھ تو حضرت علی کے گروہ میں اور کچھ حضرت امیر معاویہ کے گروہ میں شامل ہو کر فتنہ گری کر رہے تھے یہی باغی گروہ ہے۔

چنانچہ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

وَأَعَدَّ لَهُمُ الْخَوَارِجُ وَنَحْوَهُمْ  
مِنَ أَهْلِ الشَّامِ لِمَعَاوِيَةَ وَنَحْوِهِ  
مِنَ الصَّحَابَةِ لِأَنَّهُمْ مَتَأَوُّوْنَ  
فَلَهُمْ أَجْرٌ وَلَهُ هُوَ وَشِيْعَتُهُ  
أَجْرَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
وَالصَّوَائِقُ الْحَرَنَةُ ص ۱۵۲ طبع مصر

یعنی حضرت علی اور آپ کے ساتھیوں کے دشمن تو اہل شام سے خوارج ایسے لوگ تھے حضرت امیر معاویہ اور ان ایسے صحابہ ان کے دشمن نہ تھے کیونکہ انھیں تو دلیل شرعی مجبور کر رہی تھی تو ان کے لئے ایک ثواب تھا اور حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کیلئے دو ثواب

حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے اور ان کی خطا اجتہادی تھی!

اس سلسلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہی حجت کو کافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین معاویہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے وہ تو ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں فرمایا وہ درست کرتے ہیں کہ وہ مجتہد ہیں۔

قیل لابن عباس هل لك في  
امير المؤمنين، معاوية فاتته ما  
اوثر الا لبواحدة قال اصاب الله  
فقيه (ج ۱ ص ۵۳۱)

فقہیہ کے معنی عارف بالفقہ مع الدلائل کے ہیں جسے دوسرے لفظوں میں مجتہد کہتے ہیں  
چنانچہ اس کی شرح میں امام بدر الدین عینی فرماتے ہیں

کہ حضرت امیر معاویہ فقہ کے ماہر  
ہیں یعنی مجتہد ہیں۔

وَإِنَّهُ عَارِفٌ بِالْفَقْهِ لِيَعْنَى

لِيَعْرِفَ أَبْوَابَ الْفَقْهِ

(اور مجتہد پر اعتراض و انکار درست نہیں ہوتا)

(عمدة القاری ج ۱۶ ص ۲۲۸/۲۲۹)

حضرت امیر معاویہ نے حضرت امام حسن کو زہر دلوائی اور ان کی وراثت  
کی خبر پر مسرت و خوشی کا اظہار کیا۔

اعتراض

اس کے جواب میں لعنة على الكاذبين سے بہتر کوئی جملہ نہیں  
کہا جاسکتا، تاریخ کی بعض کتابوں میں اگر کوئی ایسی بات ہے تو وہ مخالفین

جواب

امیر معاویہ کی افترا پر ازی کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت امیر معاویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ علی کو گالیاں  
دو مگر انہوں نے ان کا کہا نہ مانا۔

اعتراض

یہ غلط ہے کہ انہوں نے حضرت سعد سے گالی دینے کا امر فرمایا ہو۔ بلکہ  
صحیح مسلم شریف میں اس طرح ہے

جواب

یعنی حضرت امیر معاویہ نے حضرت سعد  
کو امر کیا کہ تم ابوتراب کو بڑا کیوں نہیں کہتے  
تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کے تین فضائل  
مائع ہیں الخ

امر معاویة بن ابی سفیان

سعد افعال ما منعك ان تسب

اباالتراب فقال الخ

(ج ۲ ص ۲۴۸)

یہاں امر کا لفظ ما استفہامیہ کے ساتھ ہے جس کے معنی دریافت کرنے کے ہیں۔

چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں

تو حضرت امیر معاویہ کا یہ کہنا اس

فقول معویة هذا لیس

فیه تصریح بانہ امر سعد البسبہ  
وانما سألہ عن السبب المانع لہ من  
السبب کانہ ليقول هل امتنعت  
منہ تورعاً او خوفاً او غیر ذلک فان  
کان تورعاً واجلالاً عن السبب  
فانت مصیبت ومحسن وان کان  
غیر ذلک فله جواب آخر ولعل  
سعد اکان فی طائفۃ یسبون  
فلم بسبب محمداً الخ

(شرح نووی ج ۲ ص ۲۷۸)

بات کی تصریح نہیں کہ انہوں نے سعد کو  
سب و شتم کرنے کا امر کیا ہو بات تو یہ ہے  
کہ انہوں نے ان سے وہ سبب دریافت  
کیا جو مانع عن السبب تھا گویا وہ کہنا چاہتے  
تھے کہ تم اگر تورع و تقویٰ اور شان علی کی بنا  
پر انہیں برا نہیں کہتے تو تم درست کرتے  
ہو اگر کوئی اور مانع ہے تو اس کا جواب اور ہو  
گا اور شاید سعد ایسے گروہ سے تعلق رکھتے تھے  
جو حضرت علی کی شان میں نازیبا باتیں کرتا تو  
سعد ان کا ساتھ نہ دیتے۔ (امام نووی نے  
مزید توضیحات بھی فرمائی ہیں)

**اعترض** حضرت امیر معاویہ فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور ان کا ایمان کمزور تھا کیونکہ  
وہ مولفۃ القلوب میں شمار کئے جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مالی امداد  
دیتے تاکہ وہ اسلام سے نہ پھر جائیں۔

**جواب** صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے موقع پر فتح مکہ  
سے پیشتر داخل اسلام ہو چکے تھے مگر آپ نے اسلام کو اپنے ماں باپ سے  
مغنی رکھا اور فتح مکہ کے روز ظاہر کیا لہذا اس عمرہ کے موقع پر کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حدیبیہ سے ایک سال بعد اور فتح مکہ سے ایک سال قبل ادا کیا آپ مسلمان تھے۔ اس کی تائید  
اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام احمد نے امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین  
کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے  
فرمایا کہ اس عمرہ میں مروہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زلفیں ہیں نے تراشی

تھیں — کما فی التطہیر لا بن حجر السکی — جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے بھی فتح مکہ تک اپنے اسلام کو پردہ خفا میں رکھا۔ اور یہ عذر کی بنا پر تھا۔ اور رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ کو مالی امداد دینا ان کے مولفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بحرین کے غنائم سے اتنا مالی امداد دینا کہ جسے وہ تنہا اٹھا بھی نہ سکتے تھے ان کے مولفۃ القلوب سے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

**اعتراف** | حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کے لئے حکومت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ظالم حکومت ہوگی، جیسا کہ حدیث مدۃ خلافت میں وارد ہے — لہذا امیر معاویہ کی حکومت کا ظالم ہونا لازم آتا ہے۔

**جواب** | بنی امیہ کی حکومت کو ظالم فرمانا تغلیبی طور پر ہے کلی طور پر نہیں کہ منطقی لحاظ سے قضیہ مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے کلیہ کے نہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حکومت بھی تو بنی امیہ کی حکومت سے تھی اسے کون ظالم حکومت کہے گا؟ — نیز حضرت امیر معاویہ کے بارے میں حدیث میں ہے کہ ان کی حکومت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تھی — تو اگر وہ ظالم حکومت تھی تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کے حق میں دُعا فرمائی — نیز ایک حدیث میں تو حضرت امیر معاویہ کی حکومت کے لئے رحمت کا لفظ بھی وارد ہوا ہے — ملاحظہ ہو — چنانچہ امام طبرانی اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

یعنی اس دین کا آغاز نبوت و رحمت ہے پھر خلافت (ارشاد) و رحمت ہے۔ پھر بادشاہت و رحمت ہوگی الخ۔

اول هذا الامر نبوة ورحمة  
ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون  
ملكا ورحمة الخ  
(تطہیر الجنان ص ۱۶)

یہ ملک و رحمت حضرت امیر معاویہ کی بادشاہت کو فرمایا گیا ہے۔ لہذا — معلوم ہوا کہ معترض کی مروی حدیث کا حکم دور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز شامل نہیں ہے۔

اعترض و جواب | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو کئی بار بلوایا وہ کھانا کھاتے رہے۔ آپ نے بددعاویٰ کہ اس کا پیٹ کبھی نہ

بھرے؟ —

جواب یہ ہے — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتقاضائے بشریت اور بھی کئی حضرات

صحابہ کو ایسے سخت لفظ کہے اور بددعا فرمائی ہے۔ مثلاً نکلتک امک، ویحک

تربت لیداک — اور — علی رغم فلان — یا — رغم انفک — جس سے

مقصد بددعا نہیں بلکہ اظہار تلخی محبوبانہ ہے — یہ بھی بارگاہ اقدس سے درحقیقت رحمت

و برکت کا تحفہ ہے — حدیث میں ہے — اللہ تعالیٰ سے آپ نے دُعا فرمائی۔

کہ یا اللہ میں بتقاضائے بشریت جس امتی کے بارے میں کوئی سخت لفظ کہہ دوں یا بددعا

فرماؤں اسے اس کے حق میں رحمت سے بدل دینا — ملاحظہ ہو حدیث صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳

لہذا — یہ سخت الفاظ حضرت کی دُعا سے امیر معاویہ کے حق میں باعث

رحمت و مغفرت ہوں گے۔

حضرت عمار بن یاسر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ

قتل کرے گا اور اسے حضرت امیر معاویہ کے گروہ نے قتل کیا۔

جواب | ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس باغی گروہ سے خارجیوں کا گروہ مراد ہے اور اس

قسم کے لوگ دونوں طرف سے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس میں

شک نہیں کہ خلیفہ برحق حضرت علی کم اللہ وجہہ کے مقابلے میں تھے مگر وہ ایک شرعی شبہ

کی وجہ سے مقابلے میں تھے اور یہ مقابلہ احتجاجاً تھا نہ کہ عناداً جبکہ آپ کے گروہ کے بعض لوگ

یعنی خارجی احتجاجاً نہیں عناداً لڑ رہے تھے جبکہ امیر معاویہ جنتی تھے اور جو صحابہ اس اشتباہ

کی وجہ سے آپ کا ساتھ دے رہے تھے جیسے حضرت زبیر و طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے وہ بھی قطعاً جنتی تھے۔ — حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے یوں بھی فرمایا تھا کہ — تدعوہم الی الجنة ویدعونک الی النار — کہ تم انہیں جنت کی طرف اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہوں گے۔ — حضرت طلحہ و زبیر بھی تو حضرت امیر معاویہ کی طرف تھے جو قطعاً جنتی تھے اور اسی باغی گروہ کی طرف تھے۔ — تو جنتی دوزخ کی دعوت کیسے دے سکتا ہے۔ دوزخی ہی دوزخ کی دعوت دے سکتا ہے۔ — تو معلوم ہوا کہ اس گروہ میں سے جو دوزخی لوگ تھے وہی حضرت عمار کے قاتل تھے جو صحیح معنوں میں باغی تھے اور وہ خارجی تھے۔ — حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو مجتہد اور معذور ہونے کی وجہ سے ایک ثواب کے مستحق تھے اور وہ بھی جو ان کے ہمراہ اشتباہ کی بنا پر لڑے تھے۔ — جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے بعض لوگ دوزخی تھے اور وہ خارجی تھے۔ — چنانچہ مستدرک شریف میں ہے۔ — ابن جریر جو حضرت علی کے گروہ میں تھا اور آپ کی حمایت میں حضرت امیر معاویہ کے ہمراہی زبیر بن عوام کا سر کاٹ کر لایا اور حضرت علی کی خوشنودی کو آپ کی خدمت میں زبیر کا سر پیش کیا مگر آپ نے رضاد خوشنودی کا اظہار کرنے کی بجائے اس سے فرمایا کہ تو دوزخی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر کا سر قلم کیا ہے۔ — (ملاحظہ ہو مستدرک ج ۳ ص ۳۶۷)

اگرچہ صورتاً حضرت امیر معاویہ پر باغی کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر چونکہ ان کی نیت صحیح تھی اور دلیل شرعی رکھتے تھے۔ اس لئے وہ باغی الخیر قرار پائیں گے اور قاتل عمار بن یاسر جو خارجی تھے نیت صحیح نہ رکھتے تھے تو وہ باغی الشر قرار پائیں گے اور ایسے لوگ ہی داعی تار ہو سکتے ہیں جیسے حدیث میں باغی خیر و باغی شر ارشاد ہوا ہے۔

حضرت امیر معاویہ کی خطا کو بعض علماء اہلسنت نے خطا اجتہادی نہیں خطا منکر قرار دیا ہے اور خطا منکر کا مرتکب فاسق ہے۔

اعتراض

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث صحیح بخاری میں بیان فرمایا اور ابن عباس کی یہ شہادت حضرت علی ہی کے گروہ کے ایک فرد عظیم کی شہادت ہے جو اس جنگ میں حضرت علی کا ساتھ دے رہے تھے۔ صحابہ کرام انبیاء نہ تھے اور نہ فرشتے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے کچھ حضرات سے لغزشیں ہوئیں اور بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کر کے اپنی رضا کا اعلان اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا — وکلا وعد اللہ الحسنی —

**خطا اجتہادی کی قسمیں**  
 ۱ خطا کی دو قسمیں ہیں ۱۔ خطا عنادی: یہ مجتہد کی شان نہیں  
 ۲ خطا اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور عند اللہ اس سے

کوئی مواخذہ نہیں — پھر خطا اجتہادی دو قسم ہے: ۱۔ خطائے اجتہادی مقرر کہ اس کے مرتکب کا دنیا میں بھی کوئی مواخذہ نہیں۔ یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ برپا نہ ہو جیسے ہمارے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا خطا اجتہادی مقرر ہے —  
 ۲ خطائے اجتہادی منکر: یہ وہ خطا ہے جس سے مرتکب کا دنیا میں مواخذہ ہوگا اور اسے پینپتے نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ خطا ہے جس سے دین میں فتنہ اٹھتا ہے — حضرت امیر معاویہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف اسی قسم کی خطا کہلاتا ہے یعنی خطا اجتہادی منکر اس لئے حضرت علی ان کا مواخذہ کرتے اور اس خطا کے ارتکاب سے جنگ تک کھیلنے سے انہیں باز رکھنے کی کوشش فرماتے کما قال حکیم الامتہ سیدی ابوالعلا محمد امجد علی الاعظمی الرضوی فی کتابہ الشریف الموسوم ببہار شریعت المجلد الاول امیر معاویہ اول ملوک اسلام ہیں تو رات مقدس میں اسی طرف اشارہ ہے —  
 مولدہ بمکہ و مهاجرہ بطیبۃ و ملکہ بالشام — (واری شریف ص ۱) —  
 کہ نبی آخر الزمان مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ کو ہجرت کریں گے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی تو امیر معاویہ کی بادشاہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت قرار پاتی ہے۔

سیدنا امام حسن نے عین میدان میں اپنی جاں نثار بہادر فوج کے ہمراہ ارادۃً و اختیاراً ہتھیار رکھ دیے اور خلافت امیر معاویہ کے سپرد فرمادی اور مع امام حسین از چہ اتھر پر بیعت کی اور اس صلح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی دی اور اسے امام حسن کے محامد میں سے شمار کیا تھا۔ — ان ابنی ہذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین (بخاری ج ۱ ص ۵۳) — میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرانے کا — تو امیر معاویہ پر فسق کا طعن کرنے والا اور حقیقت امام حسن پر طعن کرتا ہے کہ انہوں نے ایک فاسق کو خلافت اسلامیہ سپرد کر دی بلکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے کہ انہوں نے اسے امام حسن کے محامد میں شمار فرمایا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ پر طعن ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیش گوئی القاء فرمائی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔ غرضیکہ اجتہادی خطار میں فسق کا فتویٰ بجائے خود فسق ہے۔

**فسق سے برارت** | حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس خطائے اجتہادی منکر پر فاسق قرار دینے والا یا تو رافضی ہے یا کم سخت خارجی جو سنیت کا بارہ اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ ذات اقدس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرِ ابا عدل و خیر ہیں اور فسق کی نسبت سے پاک — حضرت علامہ فہامہ اہلسنت کے امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں —

والمخطی فی الاجتہاد لا یضلل  
ولا یفسق علی ما علیہ الاعتماد  
کہ اجتہادی خطار کے مرتکب کی بنا پر  
مذہب معتمد تفصیل و تفسیق نہ کی جائے گی۔  
(شرح فقہ اکبر طبع مصر ص ۶۵)

**اعترض** | فاسق نہیں تو کم از کم باغی کہہ سکتے ہیں — کہ ان کے گروہ پر باغی کا اطلاق آیا ہے۔  
**جواب** | گروہ پر حکم لگانے سے قائم گروہ پر حکم لازم نہیں آتا کیونکہ گروہ میں تو



مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں جیسے یزید قسطنطنیہ کی جنگ کے گروہ کی قیادت کر رہا تھا۔ مگر خود  
 مغفور لطم کے حکم سے خارج تھا، جیسا کہ عنقریب ہم مدلل عرض کریں گے۔ یوں ہی حضرت  
 امیر معاویہ کے گروہ میں عناد اڑنے والے قاتلینِ عمار خارجیوں پر فسہ باغیہ کے اطلاق سے  
 حضرت امیر معاویہ پر اس کا اطلاق ضروری نہیں۔ اطلاق، اطلاق میں فرق ہوتا ہے۔ جن  
 علماء نے حضرت امیر معاویہ پر باغی کے لفظ کا اطلاق کیا ہے وہ صورت شرعیہ کے طور پر ہے  
 جبکہ اب اس لفظ کا اطلاق صورت شرعیہ سے ہٹ کر ایک غلط اور فاسد معنی میں معروف  
 ہو چکا ہے اس لئے اب ان پر اس کا اطلاق سوراوی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں جنگ بدر  
 کے صحابہ پر وانتم اذلہ (ذلیل) کا اطلاق اپنے لغوی مفہوم پر ہوا ہے اب ہمارے عرف  
 میں ذلیل کا لفظ قبیح مفہوم رکھتا ہے اس لئے اس کا اطلاق کسی شریف پر جائز نہیں۔ چنانچہ  
 امام اہلسنت حکیم الامتہ مولانا مفتی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب قبلہ اعظمی رضی اللہ عنہ اپنی  
 کتاب مبارک شریعت کی بہار موسوم بہ نام بہار شریعت میں فرماتے ہیں —

عرف شرع میں بغاوت مطلقاً مقابلہ امام برحق کو کہتے ہیں عناد ہوا یا

اجتہاداً ان حضرات (رجوع کرنے والوں) پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا

گروہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حسب اصطلاح شرع اطلاق فسہ باغیہ آیا ہے مگر

اب کہ باغی بمعنی مفسد و معاند و سرکش ہو گیا اور دشنام (گالی) سمجھا جاتا ہے

اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۶۲/۶۱)

امام علامہ بدر الملک والیدین ابو محمد محمود بن احمد المعروف

امام عینی متوفی ۸۵۵ھ شارح بخاری کی تشبیہ بھی ملاحظہ

امام بدر الملک والیدین کی تشبیہ

فرمائیے

والحق الذی علیہ اهل السنة

الامساك عما شجر بين الصحابة و

اور وہ حق جس پر اہلسنت ہیں صحابہ

کے آپس کے جھگڑوں سے زبان روکنا اور

حسن الظن بهم والتاويل لهم وانهم  
مجتهدون متاولون لم يقصدوا  
امعصية ولا محض الدنيا فمنهم  
المخطى في اجتهاده والمصيب و  
قد رفع الله المخرج عن المجتهد  
المخطى في الفروع وضعف اجر  
المصيب

(عمدة القاری شرح بخاری)  
ج ۱ ص ۲۱۲

ان کے بارے میں حسن ظن اور ان کے لئے  
تاویل کرنا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ  
مجتہد تھے ان کے پاس دلائل شرعیہ تھے  
انہوں نے معصیت اور دنیا کا قصد نہیں کیا  
تھا کچھ ان میں سے اجتہاد میں خطا کرنے  
والے ہیں اور کچھ حق پر ہیں اور فروعات میں  
اللہ تعالیٰ نے خطا کرنے والے مجتہد سے تنگی  
اٹھالی (بلکہ ایک ثواب بھی دیا) ہے اور  
حق پانے والے کے ثواب کو دوگنا کر دیا۔

### امام طبری کا مذہب

اس سلسلے میں مخالفین زیادہ تر مواد تاریخ طبری سے لیتے  
ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ طبری میں ہر طرح کی رطب و یابس  
باتیں جمع کر دی ہیں مخالفین کے لئے اتنا کافی ہے کہ خود طبری کو اپنی ان روایات پر پھر دوسرے  
نہ تھا انہوں نے سند کے ساتھ ہر واقعہ کو نقل کیا سند کے راویوں کی چھان بین کر کے ہر  
واقعہ کی حیثیت متعین کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود امام طبری نے جو اپنے لئے رائے قائم  
کی ہے وہ جمہور اہلسنت سے بھی سخت ہے۔ جمہور اہلسنت تو دونوں فریقوں میں حضرت علی  
کو حق پر اور حضرت معاویہ کو خطا پر تصور کرتے ہیں مگر امام طبری یہ فیصلہ بھی نہیں کر پائے  
کہ ان میں سے کون حق پر تھا اور کون خطا پر۔ چنانچہ امام عینی عمدة القاری شرح  
بخاری میں فرماتے ہیں — وتوقف الطبری وغیرہ فی تعیین الحق منهم  
رج ۱ ص ۲۱۲) — یعنی امام طبری وغیرہ نے اس بات میں خاموشی اختیار کی ہے کہ ان  
حضرات میں کون حق پر تھا — جو حضرات محض تاریخ طبری کے رطب و یابس واقعات  
پر حضرت امیر معاویہ پر تبرج و طعن کرتے ہیں وہ یہاں سے عبرت حاصل فرمائیں، کہ خود

صاحب تاریخ بھی سب کچھ لکھنے کے بعد خاموشی میں بہتری دیکھتا ہے تو دوسروں کو کہاں مناسب ہے کہ وہ اس کی تاریخ کو دلیل بنا کر زبان طعن و راز کریں۔

## فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر عام اور شہور اعتراضات کسی حد تک فر کر کے جوابات پیش کر دیے ہیں امید ہے کہ اس قدر کافی ثبوت ہوگا۔ اگر ضرورت ہوئی تو دوسرے ایڈیشن میں انشاء اللہ مزید عرض کریں گے۔ اب حضرت امیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امیر معاویہ ایک فقیہ کی حیثیت سے  
حدیث ۱: بخاری شریف کی وہی حدیث  
صحیح ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے اس میں سب سے بڑا اعزاز صحابیت کا اعزاز ہے چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّهُ صَحْبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — یعنی حضرت امیر معاویہ کے بارے میں زبان انکار نہ کھولو کہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کر لیا کے فیضاب ہیں۔ یہ وہ اعزاز و اکرام ہے کہ جہاں بھر کی دولت اس پر نثار کی جاسکتی ہے ایک مسلمان کے لئے ان کی شان و عظمت میں اتنی سی بات بہت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں یہی سب سے بڑی منقبت اور یہی سب سے بڑی عظمت ہے جو انہیں حاصل ہے۔

حدیث ۲: — بھی منقبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما

کی حدیث ہے اِنَّهُ فُقِيْهُ کہ حضرت معاویہ تو فقیہ ہیں رواہ البخاری فی مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس کہ اجلۃ اہلبیت اور اتباع حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں جو حضرت امیر معاویہ کے فقیہ ہونے کی شہادت دے رہے ہیں اور فقہ علی الاطلاق جلیل تر مرتبہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں بھی فقہ

کی دُعا فرمائی — اللھم فقہہ فی الدین — اور حدیث صحیح میں ہے —  
 من یرد اللہ بہ خیرا لفقہہ فی الدین — کہ جس بندے سے خدا  
 بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں قضاہت عطا کرتا ہے یعنی اسے فقیہ بنا دیتا ہے  
 — جب ان کا فقیہ ہونا ثابت ہوا تو معلوم ہو کہ امت کا اجماع ہے کہ صحابہ اور سلف صالحین  
 اور ان کے بعد قرون میں فقیہ مجتہد مطلق کو کہتے ہیں — ملاحظہ ہو —

یعنی امت کے اہل اصول و فروع کا  
 اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ اور سلف  
 صالح اور ان کے بعد کے قرون میں فقیہ مجتہد  
 مطلق کو کہتے ہیں اور یہ کہ اس پر اپنے اجتہاد  
 پر عمل کرنا ضروری ہے اسے احکام میں سے  
 کسی حکم میں دوسرے کی تقلید کرنا  
 جائز نہیں۔

فقد اجتمعت الامۃ اهل  
 الاصول والفروع علی ان الفقیہ فی  
 عرف الصحابۃ والسلف الصالح و  
 قرون آخرین لعدھم هو المجتہد  
 المطلق وانہ یجب علیہ ان یعمل  
 باجتہاد نفسه ولا یجوز لہ ان یقلد  
 غیرہ فی حکم من الاحکام

(تظہیر الجنان امام ابن حجر ص ۲۱)

صحیح بخاری میں ترجمان القرآن کی زبان و نشان سے سیدنا معاویہ کا فقیہ ہونا ثابت  
 پھر فقیہ مجتہد مطلق ہوا اور مجتہد مطلق پر دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر اپنے اجتہاد  
 پر عمل کرنا واجب ہے اگرچہ اجتہاد میں خطا کا مرتکب ہو۔ لہذا حضرت معاویہ مجتہد مطلق  
 ہونے کی وجہ سے حضرت علی کی تقلید نہیں کر سکتے تھے۔

۳۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر  
 معاویہ کے لئے حکومت کی دُعا فرمائی تھی  
 چنانچہ امام بزار و امام احمد بن حنبل و امام  
 طبرانی و ابن سعد و امام قاضی عیاض اپنی اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے  
 حضرت معاویہ کیلئے حکومت کی دُعا

نے حضرت معاویہ کے حق میں دُعا فرمائی

اللهم علمه الكتاب و  
الحساب ومكن له في البلاد ووقه  
سوء العذاب

حداوند۔ امیر معاویہ کو قرآن اور  
حساب کی تعلیم دے اور اسے زمین کی بادشاہی  
عطا فرما اور اسے سوء عذاب سے بچا۔

(تظہیر الجنان ص ۱۶) (شرح شفاء القاری ج ۱ ص ۶۶)

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں — ودعا معاویہ بالتمکین نال الخلافۃ  
(شفاء شریف ج ۱ ص ۲۱۵) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لئے سلطنت  
کی دعا فرمائی تو وہ خلیفہ ہو گئے — اسی میں آگے فرماتے ہیں — واخبر بملک  
بنی امیہ وولایۃ معاویہ ووصاہ (ج ۱ ص ۲۲۳) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
بنو امیہ کی بادشاہت اور معاویہ کی حکومت کی پیش گوئی دی اور اسے وصیت فرمائی

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں — صار خلیفۃ وسلطانا مانکا للبلاد  
بذاتہ صلی اللہ علیہ وسلم (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲۶) — یعنی امیر معاویہ حضور کی دُعا  
ہی خلیفہ وبادشاہ اور مالک بلاد ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ  
کے حق میں دُعا فرمائی کہ وہ ہرگز مغلوب  
نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت محدث اعظم

۴۔ دُعَا نَحْنُ نَحْمَدُكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
معاویہ پر کوئی غالب نہ آئے گا!

محقق اعلم مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء میں حدیث نقل فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

”لن یغلب معاویۃ“ وقد  
بلغ علیا هذه الروایۃ  
فقال لو علمت لَمَا

”معاویہ ہرگز مغلوب نہ ہوگا“ اور  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث پہنچ  
تو فرمایا اگر یہ حدیث پہلے میرے علم

(شرح شفاء ج ۱ صفحہ ۶۶)

امام ابن تیمیہ نے الصارم المسلمول میں اس حدیث کا پس منظر لیں بتایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک یہودی پہلوان آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا میرے ساتھ کشتی کیجئے۔ قبل ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوئی جواب دیتے حضرت امیر معاویہ فوراً بولے کہ اے یہودی میں حضور کا غلام ہوں اور میری موجودگی میں تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی کرنے کی اجازت نہیں پہلے میرے ساتھ کشتی کرو اگر میں مغلوب ہوا تو پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی کا چیلنج کرنا، یہودی پہلوان نے بات مان لی اور کشتی شروع ہو گئی حضرت امیر معاویہ نے ایک ہی وار سے اسے زمین پر بیٹھ دیا اور اسے زبردست شکست دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر حضرت امیر سے فرمایا۔ اے معاویہ! اب کے بعد کوئی طاقت تجھے زیر نہ کر سکے گی۔

آپ کے فضائل سے عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کا تب وحی ہیں چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں سے اور ایک دوسری حدیث میں ہے

۵۔ کاتب وحی

جس کی سند حسن ہے کہ حضرت امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کتابت کے فرائض انجام دیا کرتے (التظہیر ص ۱۰۱)۔ امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین سے حسین الکتابیہ فصیح و حلیم اور صاحب وقار تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی خطوط لکھتے تھے نہ کہ وحی۔ یہ صحیح نہیں بلکہ آپ وحی اور خطوط دونوں کے کاتب تھے چنانچہ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔

من وحی وغیرہ۔ (تظہیر الجنان ص ۱۰۱)

۶۔ خال المؤمنین امام قاضی عیاض نے نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص نے معانی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز اور امیر معاویہ میں سے کون افضل ہے؟

امام معافی بن عمران شدید ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر کسی غیر کو دست قیاس کریں۔ معاویہ تو حضور کے صحابی اور سارے (مسلمانوں کے مانوں) اور آپ کے کاتب اور خدا کی وحی کے امین ہیں۔

۷۔ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا عیبار | حضرت امام زاہد و عارف عبد اللہ بن مبارک شاکر و رشید امام ابو حنیفہ

رضی اللہ عنہما سے کسی نے سوال کیا کہ عمر بن عبد العزیز اور حضرت معاویہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس گھوڑے پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے اس کے ناک کا عیبار عمر بن عبد العزیز سے ہزار بار افضل ہے۔

معتبر سند سے مروی ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ اریحار کی مسجد میں دوپہر کے وقت سوتے ہوئے تھے پھر بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کی

۸۔ حضرت معاویہ جنتی شیر خدا کا پیغام

طرف ایک شیر آرہا ہے۔ آپ نے ہتھیار اٹھایا۔ شیر لولا، ٹھہریے، میں ایک پیغام لایا ہوں (گویا یہ شیر کی شکل میں فرشتہ تھا)۔ آپ نے سوال کیا کہ تجھے کس نے بھیجا؟ اس نے کہا۔ مجھے آپ کی طرف اللہ نے بھیجا ہے کہ آپ معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ جنتی ہیں۔ میں نے پوچھا کون سے معاویہ۔ کہا ابن ابی سفیان۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے۔

(تظہیر الجنان ص ۱۲)

۹۔ بار بار اور سخی | امام حافظ حارث ابن اسامہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاسے میں فرمایا۔

ومعاویة بن ابی سفیان | کہ معاویہ بن ابی سفیان میری امت

میں سب سے زیادہ برو بار اور سخی ہیں۔

احلم امتی و اجودھا

(تظہیر الجنان ص ۱۲)

امام محب الدین طبری اپنی مشہور کتاب  
ریاض النضرہ میں حدیث روایت فرماتے

۱۰۔ رازوار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ مبشرہ صحابہ کی تعریفیں فرمائیں پھر فرمایا:

کہ میرے رازوار معاویہ بن ابی سفیان  
ہیں۔ تو جس نے ان سے محبت کی وہ  
نجات پاگیا اور جس نے ان سے بغض  
رکھا ہلاک ہو گیا۔

وصاحب سرى معاوية  
بن ابى سفیان فمن احبهم فقد  
نجا ومن بغضهم فقد هلك  
(التظہیر ص ۱۳)

امام ترمذی نے حدیث روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دعا فرمائی

۱۱۔ ہادی و مہدی

کہ اے اللہ! معاویہ ہادی و مہدی مہدی  
اور اسکو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَمَهْدِيًا  
اهْدِيهِ النَّاسَ (ترمذی)

## حرف آخر

ان گیارہ روایتوں پر اکتفا کرتے ہوئے کتاب ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے  
چاہا تو طرابلسین ہدایت اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان کے اوامام کا ازالہ ہوگا۔  
جو حضرات اس کا مطالعہ فرمائیں کہیں قابل اصلاح بات پائیں تو اس خادم کو مطلع فرما  
کر دعا و اجر حاصل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم  
کی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبول کو پہنچا کر اس سرِ پامعصیت کے گناہوں کا کفارہ



فرمائے۔ اور علم و عمل صالح میں ترقی دے۔ مسلک اہلسنت کی تبلیغ کی مزید توفیق بخشے، اور  
روز قیامت، سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن مقدس سے وابستہ لوگوں میں اٹھائے  
آمین۔

وہذا الدعا لابیوت ولاولادی ولاساتذتی ولمشاخی ولاجبابی  
آمین۔

فقط محمد

الشہیرہ غلام سرور قادری

{ ایم۔ اے اسلامک لاء  
متخصص فقہ و قانون اسلامی }



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فضائل و مناقب اہلبیت رضی اللہ عنہم

وَ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ  
وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا (قرآن حکیم)  
اور اللہ یہی عاہت ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے اور  
تمہیں پاک کر کے خوب ستھر کر دے۔

**اہلبیت کی قسمیں** | اہلبیت کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ اہلبیت مکمل اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
ازواج مطہرات ہیں جو سکونت و گھر میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے آپ  
کے اہلبیت ہیں جن کے بارے میں آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی۔ لہذا نصل قرآن کی رو سے ازواج مطہرات  
کا اہلبیت ہونا اظہر من الشمس ہوا۔

**سوال** | ازواج مطہرات اہلبیت نہیں کیونکہ وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوتیں اور اس کی وجہ یہ ہے  
آیت تطہیر سے قبل ان کے لئے توثیق کے صیغے استعمال ہوئے ہیں جبکہ آیت تطہیر  
میں عنکم اور يطہرکم کی ضمیریں مذکر کے لیے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس  
آیت کے نزول کے بعد حضرت علی و فاطمہ حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا **هٰؤُلَاءِ اهل بیتی**  
کہ میرے اہلبیت یہی ہیں۔

**جواب** | ازواج مطہرات یقیناً اہلبیت ہیں اور وہ آیت تطہیر کا مصداق اولین ہیں۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج کرنا تشیع اور جہالت ہے۔  
یہی عنکم اور يطہرکم کی جمع مذکر کی ضمیر تو وہ لفظ اہل کی وجہ سے ہے۔ مہارہ عرب

میں "اہل" کے لفظ کے لیے جمع مذکر کی ضمیریں استعمال ہوتی ہیں اگرچہ اس کی مصداق عورتیں ہوں چنانچہ قرآن مجید کی ایک جگہ یہ حقیقت قابل مشاہدہ ہے۔ ہم ان شواہد قرآنیہ میں سے صرف ایک شاہد کے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

إِذْ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا تَعْرَبُ إِلَيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ رَطَمٍ

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں۔

لہذا حسب محاورہ عرب یہاں بھی ازواج مطہرات کے لیے لفظ اہل کے اعتبار سے جمع مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت کا مابعد بھی ازواج مطہرات کے حق میں ہے لہذا بہر صورت آیت تطہیر کی اولین مصداق ازواج مطہرات ہیں۔ اور آنحضرت کا حضرت علی وفاطمہ حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بائے میں ہوؤ لاء اہل بیت میں کوئی حصری معنی نہیں۔ یعنی اس کا ترجمہ "میرے اہلبیت یہی ہیں" غلط ہے بلکہ ترجمہ ہے "یہ میرے اہلبیت ہیں" اس سے ازواج مطہرات کے اہلبیت ہونے کی نفی کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ چونکہ ظاہر نص ان چار حضرات کو شامل نہ تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وافرہ نے ان چار نفوس قدسیہ کو بھی نعمت تطہیر میں شامل فرما دیا۔

غرضیکہ قرآن و حدیث اور بزرگان سلف کے اقوال کو جمع کرنے کے بعد یہی صحیح و ستم قرار پاتا ہے کہ ازواج مطہرات و حضرات چہار نفوس قدسیہ وغیرہم من اولادہ و اناویہ سب اہلبیت ہیں۔ یہی امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے۔ اس سلسلے میں ملاحظہ ہو امام ابن عساکر و ابن ابی حاتم عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں انہوں نے ارشاد فرمایا:

نَزَلَتْ إِسْمَائِيلُ بِإِذْنِ اللَّهِ الْخِ  
فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَاصَّةً (روح المعاني ۲۲ ص ۱۲)

کہ آیت انما یؤید اللہ تاء آخر  
خاصکرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات  
کے بائے میں اتری۔

لفظ خاصۃً رفاصکر محفوظ خاطر ہے۔

اسی طرح امام ابن مروزیہ نے حضرت ابن جبیر کے طریق سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی۔ کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے بارے میں اتری۔ اور حضرت عکرمہ سے امام ابن مروزیہ روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

انما هو نساء النبي صلى الله عليه وسلم  
 (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۳)

کہ آیت تطہیر کی مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ازواج مطہرات ہی ہیں۔

اس میں لفظ انما جو مفید حصہ ہے ملحوظ ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ عنہ اپنی سند سے حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔

كان عكوما ينادي في السوق  
 انما يريد الله ليذهب عنكم  
 الرجس اهل البيت ويطهركم  
 تطهيرا قال منزلت في نساء النبي  
 صلى الله عليه وسلم

کہ حضرت عکرمہ بازار میں منادی فرماتے تھے  
 کہ آیت تطہیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۷)

۲۔ اہلبیت کا دوسرا قسم نسبی ہے یعنی جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق ہے جیسے حضرت علی و فاطمہ و حسین کریمین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیاں رضوان اللہ علیہم اجمعین

۳۔ اہلبیت کا تیسرا قسم سببی یا حکمی ہے۔ اور یہ وہی حضرات ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عنایات وافرہ سے اہل بیت میں داخل فرمایا جیسے حضرت وائل بن اسقع و حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما ہیں۔

بہر صورت ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا

میں "انك هكلى خبير" کے معنی ہیں کہ تو بھلائی پر ہے (یعنی میرے اہلبیت سے ہے)

اس کا یہ مطلب لینا کہ تو اہلبیت سے نہیں ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ ایک اور روایت میں اس طرح واضح ہے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی:

کہ حضور کیا ہیں آپ کے اہلبیت سے نہیں ہوں؟  
فرمایا کیوں نہیں اور اسے بھی چادر مبارک میں داخل کر لیا۔

أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِهَا؟ قَالَ بَلَىٰ وَآئَةٌ

أَدْخَلَهَا الْكِسَاءَ (الصواعق ص ۱۳۴)

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ صواعق محرقہ میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے ہمراہ دوسری صاحبزادیوں، اقارب اور مزید برکات کے حصول کے لیے ازواج مطہرات کو بھی چادر تطہیر میں داخل کر لیا۔

امام ابن حجر مکی صواعق اور علامہ قاضی ثنار اللہ پانی پتی سیف مسلول میں فرماتے ہیں خلافت جب بادشاہت میں بدلنے لگی تو امام حسن رضی اللہ عنہ اس سے حضرت امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو گئے پھر اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں خلافت باطنیہ عطا فرمائی کہ غوثیت کبریٰ اہلبیت کے ساتھ ہی مختص کر دی گئی۔ سیف مسلول اور مجدد اسلام امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے ملحوظ مبارک ہیں کہ

**غوثیت کبریٰ کے مالک اہلبیت ہیں**  
غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

غوث اکبر غوث ہر غوث حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے پھر امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و امین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے پھر حضرت امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات منتقل ہوئے امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے

حضرات ہوتے سب ان کے نائب ہوتے اور ان کے بعد سیدنا غوث اعظم متعلق غوث  
 حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر نائز ہوتے حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سیدالافراد بھی۔  
 حضور کے بعد جتنے ہوتے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب نائب  
 حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی

(الملفوظ ج ۱ ص ۱۲۹/۱۳۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ہدایت کے ستارے اور میرے اہلبیت  
 کشتی نجات ہیں۔ گویا کشتی نجات پر بیٹھ کر ستاروں سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے بحر تاریکی میں سفر  
 آخرت کرنے والا ساحل مراد کو ضرور پہنچ کرے گا۔ ستاروں یا کشتی، دونوں سے یا کسی بھی ایک سے  
 بے نیاز رہنے والا ساحل مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔

الہدیت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور۔ - - - - - نجس ہے اور ناو ہے عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(الملفوظ بریلوی)

حدیث شریف میں ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے  
 (اور ان کے حکم پر چلتے) رہے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اس میں ہدایت اور  
 نور ہے دوسری میری عترت۔ - - - - - وفی روایۃ مطان عترتی سنتی لہما ان العترۃ تلزم السنۃ  
 آیت مباہلہ کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں کو اپنے ہمراہ لے گئے، مخالفین کو  
 ہمت نہ پڑی ورنہ حضرات اہلبیت کی دعا سے مخالفین کا خاتمہ ہو جاتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیہ  
 صاحبزادیاں شریک مباہلہ نہ ہوئیں کہ وہ پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما چکی تھیں۔

اہلبیت کے ساتھ محبت و عقیدت فرانس ایمان سے ہے چنانچہ آیت السودۃ فی القرآنی

کا تقاضا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں -

فرض من اللہ فی القرآن ان شکرہ

یا اہل بیت رسول اللہ حبکم

منکم لکم لیصل علیکم الاصلۃ

کفاکم من عظیم القدر انکم

آل النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی ارجو بہم اَعْطَى غَدًا بِالْيَمِينِ صَحِيفِ  
 کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے  
 اسے اللہ نے قرآن میں اتارا اور تمہیں عظمت مرتبہ کو اتنا کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز  
 کمال نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار میرے لیے ذریعہ نجات ہے اور آل اطہار حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم تک رسائی کا میرے لیے وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ آل پاک کے صدقے میں قیامت  
 کے دن مجھے میرا عمل نامہ وائیں ہاتھ میں ملے گا۔ روز قیامت جب اہل بیت کا سوال ہوگا جس طرح  
 کہ جب صحابہ کا (خارجیوں اور ناصبیوں کا جو اہلبیت سے قطع نظر) صحابہ سے محبت کا دعویٰ ہے وہ  
 ایسے ہی جھوٹا ہے جیسے شیعوں کا (صحابہ سے قطع نظر) اہلبیت سے محبت کا دعویٰ ہے صحابہ اہلبیت  
 دونوں کی محبت جان ایمان ہے۔

حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

الہی بحق نبی فاطمہ ❖ برقول ایماں کنم خاتمہ

اگر دعوتم روکنی در قبول ❖ من ودرست و دامان آل رسول

لطف یہ ہے کہ اہلحدیث حضرات کے شیخ الشائخ

جناب نواب صدیق حسن صاحب بھوبالی بھی

نواب بھوپالی صاحب کا آل پاک سے توسل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار سے توسل کے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ وہ اپنی مشہور تصنیف  
 مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں:

تاصلوة برآل نفرستند امتیایاں بما موربہ حاصل نشود فرد

الہی بحق نبی فاطمہ ❖ کہ برقول ایماں کنم خاتمہ

(مسک الختام ج ۱ ص ۵)

## یزید بن معاویہ

نام یزید بن معاویہ کنیت ابو خالد خاندان اموی والد کا نام حضرت امیر معاویہ اور وارا کا ابو سفیان رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ ماں کا نام میسون بنت بحدل کلبیہ ہے۔ یزید ۲۵ یا ۲۶ھ کو زمانہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوا۔ موٹا اور بہت گھنے بالوں والا تھا۔ اپنے باپ سے حدیث بھی روایت کی ہے پھر اس سے آگے اس کے بیٹے خالد بن یزید اور عبد الملک بن مروان نے۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں اس سے کوئی نازیبا حرکت نہ دیکھی تھی بلکہ بعض حضرات سے اس کی تعریفیں اور فضیلتیں سنی تھیں اس لئے اسے اپنا جانشین بنایا اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

یا اللہ اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت و اہمیت دیکھ کر اپنا جانشین بنایا ہے تو اُسے میری ترقی پر پورا اتار اور اس کی مدد فرما اور اگر میں محض شفقت پر ہی کو ایک باپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے سے اپنا جانشین بنایا اور وہ نا اہل ہے تو اُسے عنان حکمرانی سنبھالنے سے پہلے ہی ہلاک کر دے۔

اللهم ان كنت عصدا ليزيد  
لما رأيت من فضله فبلغه ما املت  
واعنه وان كنت انما حملني حب  
الوالد لولد وان له ليس لما صنعت به  
اهلا فاقبضه قبل ان يبلغ ذاك  
(تاريخ الخلفاء ص ۱۵۷/۱۵۸)

کیا صحابین کے لیے کسی وقت حرام ہے؟ بعض لوگ حضرت امام حسین کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ یزید کے

مقابلے میں اقتدار نہیں چاہتے تھے یہ قطعاً غلط ہے حضرت امام اقتدار کے لیے ہی تشریف لے گئے تھے اور شریعت کی رُو سے اس وقت آپ ایسی دینی، روحانی اور مرکزی شخصیت کی یہ ذمہ داری تھی کہ جب نارتھ مسلمان ایک شرابی و زانی اور دین اسلام میں دشمن ڈالنے والے شخص کے مقابلے میں اس کا دامن



تھانا چاہیں اور دین اسلام کے تحفظ کے لیے اسے ہر قسم کی قربانی کا یقین دلانیں تو وہ ان سے دامن نہ چھوڑائے بلکہ ان کی قیادت کرے اور اس ظالم و فاسق اور بدکار کو کسی اقتدار سے ہٹا کر خود اس پر شکن ہو اور دین اسلام ایسے جامع نظام حیات کو لوگوں میں بر تمام و کمال رائج و نافذ کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا تھا۔ اَجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ اِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْهَا۔ کہ ملک بھر کے خزانے میرے سپرد کر (کے دیکھ کر میں ملک کا نظم و نسق کس احسن طریقے سے چلاتا ہوں) بے شک میں دیانت و رسم والا ہوں۔ اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے مقابلے میں کوفیوں کی درخواست کو کسی اہمیت دار پر فائز ہونے کے جذبے سے جانا خواہش نفس سے نہ تھا بلکہ ایک دینی و ملی تقاضے سے تھا۔ انما الاعمال بالنیات و انما لكل امرء ما نوى (الحدیث) ثواب کا وار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملے گا۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

وَقَالَ لَهُ ابْنُ عَسْرٍ لَا تَخْرُجْ  
فِيكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَيْرَهُ اللَّهُ تَعَالَى بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ وَإِنَّكَ بُضْعَةٌ مِنْهُ  
وَلَا تَنَالُهَا عِنِي الدُّنْيَا  
(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۸)

اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ آپ کو نے کون شریف نے لے جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور آخرت (درویشی) میں سے کسی ایک کے چن لینے کا اختیار دیا تو آپ نے درویشی کو پسند فرمایا اور آپ حضور کے جسم اطہر کے ٹکڑا ہیں اور آپ دنیا (بادشاہت) کو نہیں حاصل کر سکیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام خلافت و اقتدار کی خواہش رکھتے تھے اور یزید ایسے فاسق و فاجر کے مقابلے میں ان کا ایسا کرنا ان کی دینی ذمہ داری بھی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عامۃ المسلمین کے اصرار و اعانت یزید ایسی مکروہ و ناپسندیدہ قیادت کو بدلنا چاہتے تھے اور آپ یقیناً بجانب حق تھے اور یزید خدا و مصطفیٰ کا باغی تھا۔ دراصل

باغی رہی ہوتی ہے جو ان رسوں کے احکامات کو پامال کرے، اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے اور جدوجہد کرنے والا باغی نہیں، مجاہد ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر۔ کہ ظالم تیار ت کو کھری کھری سنانا افضل جہاد ہے۔ حضرت امام کو باغی قرار دینا شقاوت اور خروج ہے۔ چنانچہ۔ امام اہلسنت گیا رھویں صدی کے عظیم ترین مجدد مولانا علی بن سلطان قاری فرماتے ہیں۔

کہ یہ جو بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ امام حسین باغی تھے اہل سنت و جماعت کے نزدیک غلط ہے اور شاید یہ راہ حق سے بھکے ہوئے (خارجیوں) کی بڑ ہے۔

وَأَمَّا مَا تَقَوُّوهُ لِبَعْضِ الْجَهْلَةِ مِنْ  
أَهْلِ الْحُسَيْنِ كَأَنَّ بَاغِيًا فَباطِلٌ عِنْدَ  
أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَلَعَلَّ هَذَا  
مِنْ هَذِهِ بَيِّنَاتِ الْخَوَارِجِ عَنِ الْمَجَادَةِ

(شرح فقہ اکبر ص ۷۷)

یزید علیہ السلام کی شقاوتوں کا جائزہ لینا ہو تو مدارج النبوة و نبراس و دیگر کتب محققین کا مطالعہ فرمائیں۔ ایسے ایسے انکشافات پائیں گے جن سے ایک مسلمان کے جذبات بے قابو ہوئے بغیر نہیں روکتے۔ یہاں اختصار نظر ہے اس لیے صرف محدثین کی نظر میں یزید کی حیثیت واضح کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام سیوطی تاریخ الخلفاء اور امام ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ نوفل بن ابی القزح

یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی سزا

اور تہذیب التہذیب میں ہے نوفل بن ابی عقرب نے حضرت امام عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک شخص نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المومنین کا لفظ استعمال کیا۔

آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو یزید پر یہ کہو امیر المومنین کہتا ہے اور آپ کے حکم سے اس شخص کو بیس کوڑے مارے گئے۔

فَقَالَ تَقُولُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمْرٌ  
بِهِ نَضْرِبُ عَشْرًا مِنْ سَوْطًا.

(تاریخ الخلفاء ص ۱۲ و تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۶۱)

۶۳ء میں جب اہل مدینہ کو یزید کی نجاست کا علم ہوا تو جو لاعلمی میں اس سے بیعت کر چکے تھے انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی یعنی اس کی نافرمانی اچھے آج کی نئی اصطلاح میں سول نافرمانی کہتے ہیں) کا اعلان کر دیا تو یزید نے اہل مدینہ پر فوج کشی کی تین روز تک اہل مدینہ کا قتل عام ہوا جن میں صحابہ و صحابیات تک شامل تھے مسجد نبوی میں اذان و نماز تک کا سلسلہ موقوف ہو گیا اور یزیدی لشکر نے مسجد میں گھوڑے باندھے اور اس کی ناپاک فوج نے کعبہ معظمہ تک کی بے حرمتی کی اور اس کی تمام تر ذمہ داری یزید پلید پر عائد ہوتی ہے۔ آخر ۶۴ء میں یہ کینخت ہلاک ہو گیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کی رائے | امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں:

ولست له رواية نحمد | کہ یزید کی کوئی قابل شمار روایت نہیں ہے۔ (ج ۱۱ ص ۳۶۱)

یہی امام ممدوح رحمۃ اللہ علیہ یزید کے بارے میں تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:

ولیس باھل ان یروی عنہ | کہ یزید اس بات کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے۔ (ص ۵۶۲)

امام علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی الانصاری خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان | یزید بن معاویہ بن ابی سفیان  
روبعہ من ابیہ واستباح المدینۃ | اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا تو  
لہ یمہلہ اللہ تعالیٰ ملک سنۃ | اللہ تعالیٰ نے اسے مہلت نہ دی۔ ۶۴ء  
اربع و سنین (ص ۲۲۴) | میں ہلاک ہوا۔

امام اہلسنت تاریخ اسلام کے مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یزید کے بارے میں ہمارا وہی مسلک ہے جو ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے یعنی توقف کہ خود اسے کافر نہ کہیں گے اور تکفیر کرنے والے کو منع بھی نہ کریں گے۔

امام زرقانی نے متعدد طرق سے روایت کی ہے کہ حضرت حنظلہ غیل ملائکہ کے صاحبزادے  
عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰهُ مَا خَرَجْنَا عَلٰى يَزِيْدٍ حَتّٰى  
خَفْنَا اَنْ نُّرْمٰى بِالْحِجَارَةِ مِنْ السَّمَاوٰتِ  
اِنَّ رَجُلًا يَنْكَحُ اُمَهَاتِ الْاَوْلَادِ  
وَالْبَنَاتِ وَالْاَخْوَاتِ وَيَشْرِبُ الْخُمْرَ  
وَيُدْعِ الصَّلٰوةَ (تاريخ الخلفاء ص ۱۴۰)

قسم نجد زید سے ہم نے اس وقت ہی بغاوت  
کی جب ہمیں اس بات کا ڈر لگنے لگا کہ ہم پر  
آسمان سے پتھر برسیں گے لوگ امہات الاولاد  
بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرنے، شراب پینے  
اور نماز چھوڑنے لگ گئے تھے۔

اور امام زہبی، ابن تیمیہ کے شاگرد رشید فرماتے ہیں:

وَلَمَّا فَعَلَ يَزِيْدٌ بِاهْلِ الْمَدِيْنَةِ  
مَا فَعَلَ مَعَ شُرْبِ الْخُمْرِ وَاْتْيَانِهِ الْمَنَكِرَاتِ  
اِسْتَدَّ عَلَيْهِ النَّاسُ وَخَرَجَ عَلَيْهِ  
غَيْرُ وَاحِدٍ وَّلَسْتُ يَبَارِكُ اللهُ فِي عَمْرٍ

اور جب زید اہل مدینہ کے ساتھ ناروا سلوک  
کیا ساتھ ہی شراب و بد کاریوں کا دور دورہ چلایا  
تو لوگ اس کے باغی ہو گئے اور اللہ نے اس  
کی عمر میں برکت نہ فرمائی۔

(تاريخ الخلفاء ص ۱۴۰)

یہ امام زہبی کی شہادت ہے جو علامہ ابن تیمیہ صاحب کے شاگرد رشید ہیں۔ اور خود امام  
ابن تیمیہ زید کے بارے میں نہایت نرم خیال ہونے کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مظلوم  
و شہید اعتقاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

تَمَنَّوْا اَدْلٰىكَ الظَّالِمَةُ الْاَطْلَغَاةُ  
مَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَتّٰى قَتَلُوْهُ مَظْلُوْمًا شَهِيْدًا  
رَالِيْ اِنْ قَالِ فَاِنْ مَا تَصَدَّقَ مِنْ تَحْمِيْلِ  
الْمَخِيْرِ وَدَفْنِ الشَّرِّ لَمْ يَحْصُلْ

ظالموں سرکشوں نے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم پر قابو پالیا یہاں تک کہ اسے قتل کر  
دیا حالانکہ آپ مظلوم و شہید ہیں۔ آپ نے  
جو نیک مقصد کو حاصل کرنے اور زید کے شر  
کو دور فرمانے کا ارادہ کیا تھا وہ کچھ بھی حاصل

نہ ہو سکا

منہ شی (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۲۱/۲۲۲)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام کا زید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور اس کی ناپاک نظام حکمرانی کو ختم کرنا آپ کا نیک مقصد تھا آپ کا قتل باغی کے طور پر نہیں مظلوم و شہید کے طور پر ہے۔ زید ہی دراصل ظالم و طاغی تھا اور وہ عمارتِ مسلمین کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

اور اہل مدینہ کے قتل عام کے بعد یقیناً لوگوں سے مسلم بن عقبہ زید کے حق میں اس بات کا عہد لیا کہ وہ زید کے تابع رہیں گے اور زید کو ان کے جان و مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار ہوگا اور ہر جائز و ناجائز بات میں زید کے فرمانبردار رہیں گے۔

وَقُتِلَ مَنْ قُتِلَ وَبَاعَ مَسْلُومًا  
النَّاسَ عَلَىٰ أَنَّهُمْ خَوْلٌ لِّيَزِيدَ  
يَحْكُمُ فِي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ  
بِمَا شَاءَ وَأَنَّهُمْ عِبْدٌ لَهُ تَن  
فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَمَعْصِيَتِهِ  
(فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱/۶۲)

### سوال و جواب

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے زید کی بیعت کی تھی اور جب لوگوں نے اس کی بیعت توڑی تو وہ ناراض ہوئے اور ایسے

لوگوں سے قطع تعلق کرنے کی دھمکی دی یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کی شرح میں امام عسقلانی و امام قسطلانی فرماتے ہیں:

کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی بیعت تمام ہوئے بعد اس کی فرمانبرداری ضروری اور اس کی نافرمانی ممنوع ہے اور وہ فسق سے اپنے عہدہ امارت سے معزول نہیں ہوتا۔

فیه وجوب طاعة الامام  
الذی انعقدت له البيعة  
والممنوع من الخروج عليه وانه لا  
يخلى بالفسق

فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۱ وارشاد الباری ج ۱۰ ص ۱۹۹

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے کیوں انکار کیا؟ اس کا جواب یہ

ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر زاہد از مزاج رکھتے اور گوشہ نشین رہتے تھے جب کہ ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے انہیں یزید کے بارے میں یقینی ذرائع سے ان اسباب کا علم نہ پہنچا جن سے کوئی شخص ناقابل بیعت قرار پاتا یا اپنے عہدہ امارت سے معزول منظور ہوتا ہے اور امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو علی وجہ البصیرۃ اور یقینی ذرائع سے اس کا علم ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے بیعت سے انکار کیا اور بیعت شدہ حضرات نے بیعت توڑ بھی دی اور شریعت میں یہی ہے چنانچہ —  
 محدث اعظم و فقیہ اعلم مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یعنی اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر مسلمانوں کا امیر نہیں ہو سکتا اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے تو وہ معزول ہو گیا اور اسی طرح بادشاہ اگر نماز اور نماز کی تبلیغ چھوڑ دے اور اسی طرح وہ بدعت کا حامی ہو جائے تو وہ اپنے عہدہ سے معزول ہو چکا۔

وَأَجْمَعُوا عَلَىٰ أَنْ الْإِمَامَةَ لَا تَتَعَقَدُ الْكَافِرُ وَلَا وَطْرَةً عَلَيْهِ الْكُفْرُ وَإِعْتِزَلْ وَكَذَلِكَ الْوَشْرَكَ إِقَامَةَ الصَّلَاةِ وَالِدَعَاءِ إِلَيْهَا وَكَذَا الْبِدْعَةَ.

(ترغاب شرح مشکوٰۃ ج ۱، ص ۲۰۱)

یعنی اس پر فرض ہو گا کہ وہ کرسی اقتدار سے الگ ہو جائے یا عمارت المسلمین اسے زبردستی علیحدہ کر کے متبادل صالح شخص کو اپنا سربراہ ملک بنائیں اس کے بعد فرماتے ہیں :

یعنی اگر مسلمانوں سے ہو سکے تو ایسے سربراہ کو علیحدہ کر کے اس کی جگہ نئے صالح شخص کو سربراہ بنائیں۔

وَجِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ تَخْلُوعَهُ وَنَصْبُ إِمَامٍ عَادِلٍ إِنْ أَمَكَّنَهُمْ ذَلِكَ (رج ۱، ص ۲۰۱)

اور امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری و امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

یعنی ظالم سربراہوں کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی فتنہ اور ظلم و زیادتی کے بغیر انہیں علیحدہ کرنا ممکن ہو تو انہیں علیحدہ کرنا

الذی علیہ العلماء فی أمر آء الجور آتہ ان تدر علی خلعہ بغیر فتنۃ ولا ظلم و جب

(عمدة القاری ج ۲۲ ص ۱۵۹ و فتح الباری ج ۱۲ ص ۶) | ضروری ہے۔

یہاں دراصل صحیحین کی ایک حدیث ہے جس کی شرح میں سند درجہ بالا قول نقل کیا گیا ہے۔ وہ

حدیث یہ ہے — "وان ننازع الامم اهلہ الا ان تروا کفرا بواحا عندکم

من اللہ فیہ برہان" — یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت سربراہ

مملکت کی نافرمانی نہ کرو جب تک کہ وہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ ارتکاب نہ کرنے لگے جس کے

کفر و معصیت ہونے کی تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے دلیل موجود ہے۔

گویا جب سربراہ مملکت اسلامیہ ایسے کھلے کفر و معصیت کا علانیہ مرتکب پایا جائے جس کے

کفر و معصیت ہونے پر کتاب و سنت کی روشنی میں دلیل موجود ہو تو ایسے سربراہ مملکت کو ہٹانا اور اس

کی سول نافرمانی ضروری ہے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی نافرمانی کر کے اس

حدیث پر عمل فرمایا۔

بعض لوگ جو یزید کو امیر المؤمنین کے خطاب سے نوازنے

حدیث قسطنطنیہ کا جواب

پر مصر نہیں یزید کے جنتی ہونے پر ایمان و یقین بھی رکھتے

ہیں اور اس سلسلے میں انہیں اس حد تک غلو ہے کہ وہ اپنے ایک صوم و صلوات کے پابند باپ

کے جنتی ہونے میں تو شک کر سکتے ہیں مگر یزید کے باپے میں نہیں۔ ان کے اس غلو کا موجب

دراصل ایک حدیث ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت

کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (جس کا آخری حصہ یہ ہے)

کہ میری امت کا اولین لشکر جو شہر قیصر

اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ

کا جہاد کرے گا وہ بخشے ہوئے ہوں گے۔

مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَخْفُورًا لَهُمْ

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱۱)

کہتے ہیں کہ اس جہاد میں یزید شریک بلکہ قیادت کر رہا تھا اور مدینہ قیصر قسطنطنیہ ہے۔ یزید

کی قیادت میں سیدنا ابن عمرو ابن عباس و ابن زبیر و ایوب انصاری ایسے اکابر صحابہ جہاد کر رہے

تھے جب یزید کی قیادت ایسے صحابہ نے تسلیم کر لی تو اس کی کیا شان ہوگی؟ اور وہ حدیث کا مصداق ہو کر مغفور لہ (جنتی) ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سادات صحابہ حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں گئے تھے یزید کی نہیں۔ چنانچہ امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح سنن ابی یوسف فرماتے ہیں:

کہ ظاہر تر یہ ہے کہ لوگ اکابر صحابہ اس سفیان کے ہمراہ تھے یزید بن معاویہ کے ہمراہ نہ تھے کیونکہ وہ اس کا اہل نہ تھا کہ یہ اکابر صحابہ اس کی خدمت میں ہوتے

الْأَظْهَرُ أَنَّ هَؤُلَاءِ السَّادَاتِ  
مِنَ الصَّحَابَةِ كَانُوا مَعَ سُفْيَانَ  
هَذَا وَلَمْ يَكُنُوا مَعَ يَزِيدَ  
بِنِ مَعَاوِيَةَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ  
أَهْلًا أَنْ يَكُونَ هَؤُلَاءِ  
السَّادَاتِ فِي خِدْمَتِهِ

(ج ۱۲ ص ۱۹۸/۱۹۹)

علامہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں جہاں حضرت امیر معاویہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے وہاں یزید کی منقبت بھی معلوم ہوتی کہ وہ حدیث میں موجود مغفور لہم کا مصداق ہو کر جنتی قرار پاتا ہے۔ بخاری کے تینوں شرح کرام اس کی ترویج میں فرماتے ہیں۔

کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں یزید کے لئے کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال مشہور ہے۔

قُلْتُ أَيْ مَنَقِبَةٌ كَانَتْ لِيَزِيدَ  
وَحَالُهُ مَشْهُورٌ

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۹۹)

حدیث کے عموم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یزید اس میں شامل ہی نہیں کیونکہ یہ خوشخبری مشروط بہ خاتمہ علی الایمان ہے۔

یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے لازم

لا یلزم من دخولہ فی



ذَلِكَ الْعَمُومِ اِنَّ لَا يَخْرُجُ بِدَلِيلٍ  
 خَاصٍّ اِذْ لَا يَخْتَلِفُ اَهْلُ الْعِلْمِ  
 اِنَّ تَوَلَّاهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 مَغْفُورٌ لَهُمْ مَشْرُوطٌ بِاَنْ يَكُونُوا  
 مِنْ اَهْلِ الْمَغْفُورَةِ حَتَّى يَسُوْرُوْا  
 وَاحِدًا مِنْ غَدَاها لَمْ يَدْخُلْ  
 فِي ذَلِكِ الْعَمُومِ اِنَّهَا قَافِلَةٌ عَلَى  
 اَنَّ الْمُرَادَ مَغْفُورٌ لِمَنْ وَجَدَ شَرْطَ  
 الْمَغْفُورَةِ فِيهِ مِنْهُمْ

نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل خاص سے نہ نکلتا ہو  
 کیونکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور کا  
 ارشاد مغفور لحم اہل مغفرت ہونے سے مشروط  
 ہے حتیٰ کہ اگر اس غزوے والوں میں سے  
 کوئی مرتد ہو جاتا (معاذ اللہ) تو اس عموم  
 میں داخل نہ ہوتا تو پتہ چلا کہ مغفور لحم سے  
 وہی لوگ مراد ہیں جن میں مغفرت کی شرط  
 پائی جائے۔ (لہذا یزید خارج ہو گیا)

فتح الباری ج ۴ ص ۸۷ و عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۹ و ارشاد الساری شرح بخاری ج ۵ ص ۸۱

شرح عقائد میں تو علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے یزید پلید کو ملعون و کافر قرار دیا ہے۔ اور یہی  
 قاضی ابوالعلیٰ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا خیال ہے۔  
 الغرض حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید علیہ ما علیہ کے درمیان جو جنگ ہوئی  
 اس میں امام حق پر تھے اور یزید کج بخت باطل پر تھا۔ اور اس کی حمایت کرنے اور اسے  
 جنتی قرار دینے والے حضرات دراصل خارجیت کے داعی ہیں۔



اہلسنت وجماعت کے محققین علماء کرام و حائین دین متین فقہاء و مشائخ

عظام کے فتاویٰ تشریحیہ تصدیقات و تائیدات منیفہ

تاجدار اہلسنت و بہدلت حامی دین و مہر شریعت امام المحدثین و اساتذہ المفسرین  
قطب عالم، غوث زمان، شہزادہ العلیٰ حضرت سیدنا و مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم

ہند بریلی تشریف دامت بکاتہم العالیہ کا

فتویٰ مبارک (بریلی تشریف آویزا)

۷۳

۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب

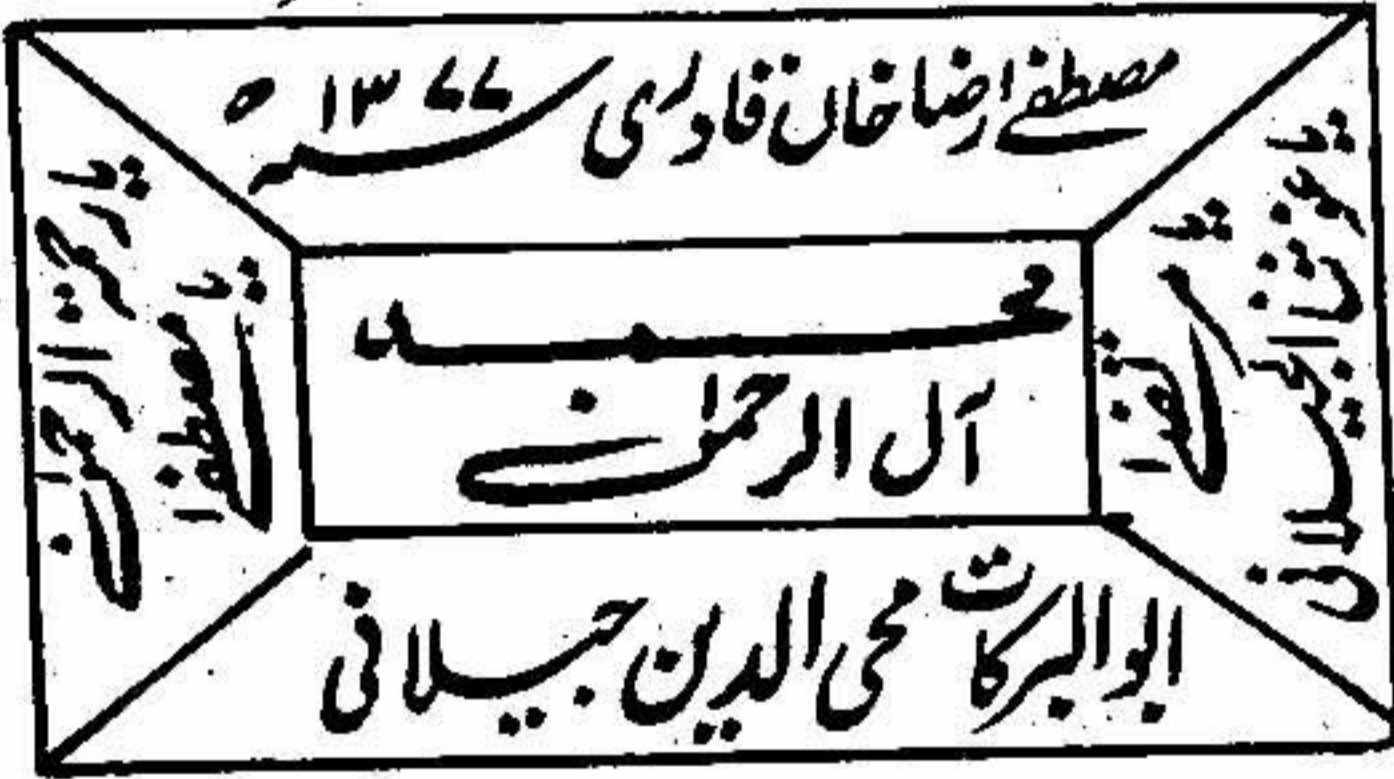
۱۔ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے  
گمراہ اور بد مذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہے ایسے کو امام بنانا گناہ،  
امام بنانے والے گناہگار ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

۲۔ کسی صحابی کیساتھ سوء عقیدت (بد عقیدگی) بد مذہبی و گمراہی و استحقاق  
جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں  
خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو  
سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص و حضرت مغیرہ  
بن شعبہ و حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام

حضرت سیدنا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اجرت اناس کیلئے کذاب ملعون کو جہنم داخل کیا وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس وشر الناس کو قتل کیا ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تیرا ہے اور اس کا قاتل رافضی، اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہاء کرام کے نزدیک کفر ہے (بہار شریعت حصہ اول ص ۳۷) اس سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو قاتل کہنے والا کیسا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، واللہ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پور لومی غفرلہ رضوی دارالافتار بیروت شریف  
 ۵ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم  
 فقیر مصطفیٰ رضا خان غفرلہ



(۲)  
 عزالی زمان ازمی دوہا استاد المحدثین والمفسرین مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب  
 کاظمی مہتمم مدرسہ عربیہ النوار العلوم ملتان وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا

فتویٰ (از بہاولپور)

۱۔ شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تفضیل  
 جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اہلسنت کا اجماعی (متفق علیہ) عقیدہ ہے اس  
 عقیدہ کا مخالف سنی نہیں ہے، اس لئے اس کی اقتدار اسے امام بنانا بھی جائز نہیں ہے

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ فاسق کہنے والا ہرگز سستی نہیں تمام صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان بالاتفاق اہلسنت کے نزدیک واجب الاحترام ہیں اس لئے ایسے شخص کی اقتداء بھی درست نہیں۔

اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے، آمین!

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ  
۹ اگست ۱۹۶۹ء

(۳)

امام اہلسنت اساتذہ المحدثین والمفسرین مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب حزب الاحناف لاہور کا  
فتویٰ (از لاہور)

الجواب ہو الموفق للصواب

۱۔ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر ذینک تیا ہے وہ تفضیل شیعہ ہے، ضال مضل گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے، ہرگز اہلسنت سے نہیں ہے ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں،

۲۔ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہتا اور ان کو مطعون کرتا ہے وہ خود فاسق ہے، اس کو امام بنا ناگناہ ہے، اس کے پیچھے نماز قریب حرام اور واجب الاعادہ ہے وہ شخص اہلسنت وجماعت سے نہیں کیونکہ رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے اصحابی کا الجنوم فیابہم اقتدیتم اھم یتم میرے سارے صحابہ تاراں کی مانند ہیں تم ان میں سے جسکی بھی اقتدا کر دگے راہ یاب ہو جاؤ گے نیز فرمایا

ترجمہ میرے صحابہ کے بارے میں ندا سے ڈرو  
میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان کو دوست  
رکھتا ہے وہ میری محبت ان کو دوست رکھتا  
ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری  
دشمنی سے ہی ان کو دشمن رکھتا ہے اور جو ان کو ایذا

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم عرضا  
من بعدی فمن احبہم فحبی احبہم  
ومن البغضہم فببغضی البغضہم ومن  
اذیہم فقد اذی اللہ ومن اذی  
اللہ فبوشک ان یاخذہ

دیتا ہے وہ بلاشبہ مجھے ایذا دیتا ہے اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے  
اور جو اللہ کو ایذا دیتا ہے عنقریب اللہ سے پکڑے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے بعد اسلام لانے ان کی منقبت میں احادیث  
بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایمان لانے والوں سبھی کیساتھ بھلائی کا وعدہ  
فرمایا ہے وَكَذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْمُحْسِنِينَ (سب اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے) لہذا ان کو

بڑا کہنے والا فاسق (خدا اور رسول کا نافرمان) ہے  
احقر العباد والوالیان محمد رمضان نائب مفتی  
دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اکتوبر ۱۹۴۹ء

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح و صواب و المحجیب الغیب مصیب و مشا  
فقیر قادری البوالبرکات سید احمد عفی عنہ

خادم الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف  
لاہور

مہر رسد

(۳)  
حضرت علامہ فہامہ محقق اہلسنت حکیم الامت مولانا مفتی احمد رضا خان نعمتی رحمۃ اللہ علیہ کا

فتویٰ (از کجرات پاکستان)

یہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کو حضرت ابو بکر صدیق دفا روق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتانے یا  
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہنے والا) شخص بالکل بے دین اور شیعہ ہے، غالباً لقیہ کر کے اہلسنت

سے بناء علی روایۃ

بنا ہوا ہے ایسے شخص کو فوراً اہلسنت کی مسجد سے علیحدہ کر دیا جائے اور کوئی مسلمان اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے اگر امامت کے لالچ میں توبہ بھی کرے تو زبانی اعتبار نہ کرے بلکہ تحریر کر لویہ عقائد بالکل رافضیوں کے ہیں کسی اہلسنت کے عقیدے میں صحابہ کی توبہیں وگستاخی نہیں ہے نہ کوئی مسلمان اتنی جرات کر سکتا ہے جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ رافضی ہے اگرچہ وہ اور اس کے حواری اسے مسلمان سمجھیں

واللہ ورسولہ اعلم

الجواب صحیح

فقیر احمد یار پورنی نعیمی

گجرات پاکستان

کتاب

مفتی امداد احمد خاں مفتی دارالعلوم غوثیہ نعیمیہ

گجرات مغربی پاکستان ۲۳/۶۹

(۵)

اہم اہلسنت محدث پاکستان حضرت مولانا سر دار احمد صاحب قادری رضوی محدث  
لاہلپور کے نائب محقق وقت جامع المعقول والمنتقول استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی

غلام رسول شیخ الحدیث جبار رضوی کا

فتویٰ (از لاہلپور)

الجواب هو الموفق للصواب

۱۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد امت مسلمہ کا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ  
کی فضیلت اولیہ پر اتفاق ہے، افضلیت مشکک ہے، جس کا اعلیٰ ترین فرد حضرت صدیق اکبر ہیں  
پھر حسب المراتب دیگر ارباب خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم پھر یہ تسلسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
پر بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی ہوتا ہے گو حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ کمالات وافرہ اور فضائل نکاترہ سے متوشح و متشرین ہیں اور خصائل بہیہ و غلاب

لے امت نہیں

سنیہ کے باعث جو لان تصوف میں مراتبِ قنوی کے مکانِ قنوی کے فرسان کے شہسوار ہیں اور  
مدینۃ العلم کے کمالاتِ علمیہ کا آپ بابِ مفتوح ہیں مگر بایں ہمہ حضراتِ شیخین سے مفضل ہیں  
اور اسی پر امتِ حنفیہ کا اتفاق ہے اس کے برعکس عقیدہ رکھنا شیخ ہے اور محض ضلالت و گمراہی ہے  
ایسا شخص ہرگز ہرگز سنی نہیں اور نہ ہی اہلسنت و جماعت کی مسجد میں امامت کے قابل ہے  
ایسے شخص کو ہرگز ہرگز سینوں کا امام نہ بنایا جائے۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ثقہ اور صالح صحابی ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ  
وسلم کے گھر آپ کی حقیقی ہمیشہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ بہت بڑے عالم اور مجتہد صحابی  
ہیں آپ کیلئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی آپ کی شان میں گستاخی کرنا اور  
آپ کو برا کہنا رخص ہے، ایسا شخص جو آپ کو برا کہے شیعہ ہے وہ ہرگز ہرگز سنی نہیں ہے  
اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے اسے اہلسنت و جماعت کی مسجد میں ہرگز ہرگز  
امام نہ رکھا جائے، واللہ در سولہ علم

غلام رسول غفرلہ قادری رضوی

مفتی جامعہ رضویہ لائل پور ۳۱۰۸۰۶۹

(۶)

استاذ العلماء علامہ الدھر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری

البرکاتی ہتھم و شیخ الحدیث از العلوم حسن البرکات حیدرآباد سندھ کا

راز حیدرآباد

فتویٰ

الجواب

۱۔ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الہی انس و جن و ملک سے افضل سیدنا صدیق اکبر

فتویٰ مرتبہ میں کم

ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو جو شخص مولیٰ علی کریم اللہ وجہہ کو  
 صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل بنائے وہ گمراہ و بد مذہب ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ  
 تحریمی واجب الاعادہ ہے، فتاویٰ خلاصہ و بحر السرائق و فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے  
 ان فصل علیا علیہما فابتدع اور غلیتہ ورد المحتار وغیرہ میں ہے الصلوٰۃ خلف  
 المتدع تکراً بكل حال بد مذہب کے پیچھے ہر حال میں نماز مکروہ ہے (فتاویٰ رضویہ)

۲ — حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت  
 بنہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سید الشہداء حضرت  
 حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام میلہ کذاب کو داخل جہنم کیا، غرض کسی صحابی کیساتھ سوؤ  
 عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض  
 ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے اسے برضا و  
 رغبت امام بنانا خود کو عذاب الہی میں ڈالنا ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے فوراً امامت سے  
 علیحدہ کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

العبید محمد خلیل خاں قادری البرکاتی



(ک) فقیر سیدی محمد نبی محدث بصیر لوہری کا  
 نقیبہ العصر علامہ الدہر مولانا محمد نور اللہ صاحب سیدی محدث بصیر لوہری کا

فتاویٰ  
 (از صلیح ساہیوال)

الجواب اللہم اجعل لی التورۃ الصواب

عالی جناب حضرت قادری صاحب مدظلہم



السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الانبیاء و الرسل افضل البشر ہیں اور یوں ہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہذا اس کے برعکس عقیدہ رکھنے والے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہے، واللہ تعالیٰ اعلم و صل اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحابہ و بارک و سلم

مرہ ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

مخدوم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع ساہیوال

۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ

۶۶۱۰۶۹

(۸)

شیخ القرآن والحديث علامہ مولانا غلام علی صاحب مہتمم دارالعلوم  
اشرف المدارس اوکاڑہ کا

فتویٰ  
(از اوکاڑہ ساہیوال)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب ہو الموفق للصواب

جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے یا حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو برائے ان سے بدعتیگی رکھے ہر دو صورتوں میں ایسا شخص فاسق و متبدع ہے اور ایسے شخص کو امام بنا نا گناہ ہے اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے

متبدع یعنی بدعتی اور اہلسنت سے خارج

وہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی و هذا هو الحكم في كل صلوة ادبت مع كرامة  
تحریمیة و لنصوص الفقهاء الخيفية في ذلك متوافرة و اذكر البعض بقدا  
الحاجة

(۱) — سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر بالکلیہ تفضیل کا قائل مبتدع ہے، شامی جلد  
دوم ص ۳۹۸ میں ہے <sup>علیہ</sup> ان الرافضی ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي  
او ان جبريل غلط في الوحي او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة  
الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف  
ما اذا كان يفضل عليا اولى بالصعابة فانه مبتدع لا كافر  
۲ — سب صحابہ کو مباح <sup>علیہ</sup> سمجھے یا یہ اعتقاد رکھے کہ کسی صحابی کو کالی دینے پر ثواب مرتب  
ہوگا جیسا کہ بعض شیعہ کا عقیدہ ہے یا کفر صحابہ کا معتقد ہو تو کافر ہے بالاجماع ورنہ فاسق و  
مبتدع ہے و اما من سب احدا من الصعابة فهو فاسق و متبدع بالاجماع  
الا اذا اعتقد انه مباح او يترتب عليه ثواب كما عليه لبعض الشيعة اد  
اعتقد كفر الصعابة فانه كافر بالاجماع كما صرح به العلامة  
ابن عابدین الشامی فی رسائلہ ناقلا عن العلامة القاری

(رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۳۶۷)

لے اور یہی حکم ہے ہر اس نماز میں جو کہ اہت تحریمیہ کیساتھ ادا ہوئی اور فقہار احناف کی عبارات اس مسئلہ  
میں بہت ہیں اور میں کچھ بقدر ضرورت ذکر کرتا ہوں۔

۳۔ بے شک رافضی اگر اس قسم کا ہو کہ حضرت علی کے خدا ہونے کا قائل ہو یا کہتا ہو کہ حضرت جبرائیل نے  
حضرت علی پر وحی اتارنے کی بجائے حضرت محمد پر وحی اتار کر غلطی کی تھی یا حضرت صدیق اکبر کے صحابی ہونے کا  
منکر ہو یا حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانا ہو تو وہ کافر ہے (باقی ص ۱۶۴ پر)

۳ — فاسق کو امام بنا ناگناہ ہے غنیہ شرح منیہ میں ہے انہم لو قد موافقا  
 یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریبیه (ص ۲۷۹)  
 یہ مذہب احناف کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو فاسق کے پیچھے اصلاً نماز  
 جائز ہی نہیں، چنانچہ غنیہ میں ہی عبارت بقہ کے اخیر میں فرمایا ہے <sup>لہ</sup> لم تجز الصلوۃ  
 خلفہ اصلاً عند مالک وهو روایۃ عن احمد۔

۴ — شیخین تو درکنار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت  
 دینے والا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک رافضی ہے الرافضی من فضل  
 علیا علی عثمان رضی اللہ عنہما کذا فی الغنیۃ المنسوبۃ الی سیدنا  
 الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ وعن سائر الاولیاء و ہم عنا وعن  
 جمیع المسلمین۔  
 فقط واللہ اعلم

ابو البیان غلام علی غفرلہ

نہادم الانار و مدیر الجامعہ الحنفیۃ اشرف المدارس اوکارہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۹ء

رہا تو اسے اگے کہ اس نے ان قطعیات کی مخالفت کی ہے جن کا دین سے ہونا بالبدانہ معلوم ہے  
 اس کے برعکس جب وہ حضرت علی کو فضیلت دے یا صحابہ کرام کو برا کہے کہ وہ بدعتی اور اہلسنت سے خارج ہوگا کافر  
 نہ ہوگا <sup>۱</sup> جائز <sup>۲</sup> اور بہر حال جو کسی صحابی کو برا کہے تو وہ فاسق ہے اور بدعتی ہے بالاتفاق مگر جب وہ  
 اس بات کا اعتقاد رکھے کہ صحابہ کو برا کہنا جائز ہے اس پر ثواب ملے گا جس طرح کہ کچھ شیعوں کا عقیدہ ہے یا  
 صحابہ کرام کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو (معاذ اللہ) تو وہ بالاتفاق کافر ہے جس طرح کہ علامہ ابن عابدین شامی  
 نے اپنے رسائل میں علامہ قاری سے نقل کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے۔

۱۔ لوگوں نے اگر فاسق کو امامت کے لئے اگے کیا تو وہ گنہگار ہوں گے، اس بنا پر کہ اسے مقدم  
 کرنے کی کراہت، کراہت تحریمیہ ہے <sup>۲</sup> فاسق کے پیچھے امام مالک کے نزدیک بالکل نماز (بانی ص ۱۶۴)

(۹)

فاضل جلیل علم نبیل محقق بے عدیل مفتی محمد اعجاز الرحمنوی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور کا

## فتویٰ (از لاہور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الجواب

۱۔ حضرت سرکار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل البشر بعد از انبیاء و مرسلین ہونا دلائل قطعیہ نقیضہ اجماعیہ سے ثابت اور مسلک اہلسنت کا جز ہے جو صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مولائے کائنات جید کرار کو افضل بتائے وہ اہلسنت سے نہیں فاسق و ضال ہے اسے امام بنانا حرام حرام حرام اشد حرام ہے، لو قد موافقا یا ثمنونؑ یہ عقیدہ رکھنا فسق فی العقیدہ ہے اور فاسق فی العقیدہ کے پیچھے ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے کہ نماز باطل و ناجائز و حرام ہے لایجوز خلقہ اصلہ

۲۔ معاذ اللہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سرکار امیر المؤمنین معاذیہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان رفیع میں (ان کو فاسق و براتبا کر) یہ گالی نہ دیکھا مگر خارجی رافضی ناصبی اور ندیق و ملحد۔ ایسے شخص کو امام بنانا کیسا؟ اہل سنت کہتا باطل و ناجائز ہے نہ وہ اہلسنت ہے اور نہ ہی مسلمان کا امام بنایا جائے اس کی امامت حرام حرام حرام اشد حرام وہ فاسق فی العقیدہ ہے امام زلیعی فرماتے ہیں دفی تقدیہ تعظیمہ وقد وجب

اص سے لگے، جائز نہیں اور امام احمد سے ایک روایت یہی ہے کہ رافضی وہ ہے جو حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل سمجھے اسی طرح غنیۃ الطالبین میں ہے جو حضرت عثمان اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ لہٰذا اگر اسے ترمذیہ نہ اگر قوم نے فاسق کو امام بنایا تو گنہگار ہوگی کہ اس کے پیچھے نماز بالکل ناجائز ہے

(ترجمہ مفتی محمد غلام سرور قادری)

(بانی ص پر)

عليهم امانته شرعاً له  
والله تعالى وهو له الاعلى علم

فقير قادری محمد اعجاز الرضوی

خادم الحدیث دارالعلوم جامعہ نعمانیہ لاہور

۱۹ رمضان ۱۳۸۹ھ (۱۵)



عمدۃ العارفين اساتذ العلماء علامۃ الدہر مولانا علامہ جہاڑی صاحب معنی شیخ الحدیث  
والتفسیر جامعہ معینہ ڈیرہ غازیخان کا

فتویٰ  
(از ڈیرہ غازیخان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الجواب

۱۔ عقائد اہل سنت ہیں ان افضل البشر بعد الانبیاء ابو بکر الصّدیق ثم  
عمر رضی اللہ عنہما لہٰذا تفضیل علی کرم اللہ وجہہ کا عقیدہ رکھنے والا اہل سنت نہیں ہے  
لہٰذا امانت کے بھی لائق نہیں ہے

اص سے اگے) اقول هذا عند الامام مالك وعند الامام احمد في رواية عنه اما عندنا وعند  
الشافعي رحمه الله فتجوز الصلوة خلفه مع كراهة تحريمية وكل صلوة اديت مع  
كراهة تحريمية فتجب اعادة تها فتبين بهذا ان ما ادعاه الفاضل المحيب  
دامت بركاتهم من اجماع الامة والفاخرم على عدم جواز الصلوة خلف هذا المنتدع  
التفضيلي سبق عن قلته وسهو فقط محمد علام سرور قادری رضوی مصطفوی سعیدی عفی عنہ

لے ترجمہ۔ او اس کے مقدم کرتے ہیں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مقتدیوں پر شرعاً ایسے گمراہ کی امانت اور حوصلہ شکنی  
کرنا لازم ہے لہٰذا ترجمہ بے شک تمام سالوں سے افضل انبیاء کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما

۲ — تمام صحابہ کرام واجب الاحترام ہیں بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں ان کا اور دوسرے صحابہ کا گستاخ اہلسنت سے نہیں ہو سکتا اور نہ وہ لائق امامت ہے

نقط

دعا گو فقیر غلام جہانیاں معینی

خادم الحدیث جامعہ معینیہ

ڈیرہ غازیخان ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

(۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا تاج محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین ڈیرہ غازیخان کا  
فتویٰ (از سیال شریف ضلع سرگودھا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْجَوَابُ الْمَوْقُوفُ لِلصُّوْبِ

۱ — اجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی جمیع الصحابہ مسلمہ پر ہے رضی اللہ عنہم اجمعین اس اجماع کا منکر تثنیٰ النارحہ کی وعید کے تحت ہے نعوذ باللہ من ذلك

۲ — حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مسلم الثبوت ہیں ان کی شان میں گستاخی کرنا اگر التزام کفر نہیں تو لزوم کفر میں داخل ضرور ہے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یادیکر اہلبیت رضی اللہ عنہم سے

۱۔ تمام صحابہ سے افضل ہونا ہے جو جماعت سے الگ ہو اور رخ میں گیا ہے یعنی صحابی رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی سے کفر لازم آتا ہے

دشمنی کی یا انہیں سب دشتم کرتے یا کرتے تھے سراسر غلط ضلالت اور جہالت پر مبنی ہے جو نصر بن مزاحم، یونس بن جناب اور مرحوب وغیرہم جیسے راہبوں کی روایات پر مبنی ہے فرمان ذی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "اللہ اللہ فی اصحابی" کو کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا

فقط واللہ تعالیٰ وسولہ الاعلیٰ اعلم

محمد قمر الدین سیالوی غفرلہ

ضلع سرگودھا پاکستان غربی

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

(۱۲)

آستانہ عالیہ امام العارفین حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف کا

فتویٰ  
(از گولڑہ شریف، راولپنڈی)

۱۔ تفصیل شیخین رضی اللہ عنہما جمع اہلسنت وجماعت کا مسلک ہے، جیسا کہ شرح فقہ اکبر، شرح عقائد اور نیز اس وغیرہ عقائد اہلسنت وجماعت کی کتابوں سے واضح ہے اس کے خلاف کرنے والا مبتدع ہے جس کی امامت مکروہ ہے البتہ بعض جزوی فضائل حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے خصوصیات سے ہیں مثلاً شرف نسب، قرابت بالنسب صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سلاسل تصوف کا مرجع ہوتا وغیرہ یا یہ فضیلت کلیہ کے منافی نہیں جو حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے ہے۔

۲۔ کسی صحابی کی تفسیق و توہین مسلک اہلسنت کے خلاف اور بدعت، خصوصاً

اے یعنی اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں انکو پرانہ کہو ۲۰ فاسق کہنا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عادل و صالح ہونے کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت  
تفویض کرنا بین ثبوت ہے در نہ فاسق کو تفویض خلافت نہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے شایان نہیں

عقبت

قط

فیض احمد فیض استاذ عالیہ

الجواب صحیح

گوارہ شریف

محمد فضل چشتی استاذ گوارہ شریف

(۱۳)

مدتہ عالیہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کے علماء کا

فتویٰ

(از ملتان)

۱۔ بعد از انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الہی انس و جن و ملک سے افضل

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر مولا علی کرم  
اللہ وجہہ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے، گمراہ  
بد مذہب ہے اور اہل سنت سے خارج۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے،

۲۔ کسی صحابی کی مانند سو۶ عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں  
خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد  
حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ، ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی  
تبرکے اور اس کا قاتل رافضی ہے، چنانچہ بہار شریعت میں ہے لہذا اس کی

۱۔ سپرد کرنا ہے دشمن



امامت ناجائز ہے، فقط واللہ اعلم

سید مسعود علی قادری قادری مفتی مدرسہ الوار العلوم ملتان  
۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ء

اصحاب من اجاب

مشفق احمد مدرس مدرسہ الوار العلوم ملتان

(۱۳)

۷۸۶ - الجواب

مبذہ تفضیل و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت امام اہلسنت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر اکابر علماء اہلسنت و جماعت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حق ہے اور فقیر کا یہی مسلک ہے فقط

نیاز من غلام مصطفیٰ رضوی سعیدی مدرس مدرسہ الوار العلوم ملتان

(۱۵)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم رہنما حضرت علامہ مولانا حامد علی خاں شیخ الحدیث و ایضاً

مدرسہ خیر المعاد ملتان کا

فتویٰ

(از ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب

- ۱۔ اہلسنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ افضلیت خلفاء راشدین بہ ترتیب خلافت ہے
- ۲۔ اور اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل عدل ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت مسلم و ثابت ہے اور اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے والدین ماجدین حضرت ابوسفیان و حضرت ہندہ کی صحابیت بھی مسلم و ثابت ہے، لہذا جو شخص ان کی شان میں دریدہ دہنی اور گستاخی کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت

وے وہ اہلسنت سے خارج اور بدعتی اور رافضی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں

ہے علماء کرام نے یہ جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح ہے فقط واللہ اعلم

عرہ حامد علی خاں

الجواب صحیح

مفتی مدیرہ اسلامیہ خیر المعاد

حسین احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ

چوڑی سرائے ملتان شہر

خیر المعاد چوڑی سرائے ملتان شہر

(۱۱۶)

مدیرہ عربیہ مظہر العلوم دولت دروازہ ملتان کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب کا

فتویٰ

(ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق کی افضلیت تمام صحابہ کرام پر اہلسنت و جماعت

کا اجماعی عقیدہ ہے فضیلت ترتیب خلافت کے مطابق ہے لہذا اس کا مخالف اہلسنت سے خارج

ہے کما فی شرح العقائد۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہندہ

و دیگر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب الاحترام ہیں ان کا احترام ایمان کا حصہ ہے انہیں برا کہنے

والا اہلسنت سے خارج ہے اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ نقطہ

الجواب صحیح

فقیر محمد شریف غفرلہ

سید محمد عبداللہ شاہ رضوی مہتمم مدرسہ

خادم جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان

انوار الابرار ملتان

۳۱ دسمبر ۱۹۶۹

الجواب صحیح

محمد زبیر احمد مہروی مدرس مدرسہ جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان شہر

(۱۷)

مدرسہ حمایہ ملتان کے مہتمم و مفتی عبدالکریم ملتان رحمة اللہ علیہ کے جانشین مفتی محمد عبدالشکور رضا صاحب کا

## فتویٰ

(ملتان)

الجواب

- ۱۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو شخص افضل سمجھے  
۲۔ اور جو شخص حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو براتے وہ اہلسنت  
سے نہیں اہلسنت مقتدیوں کا امام ہونا اس کا ناجائز ہے۔

راقم  
محمد عبدالشکور ملتان عفی عنہ

من اصحاب نقد اصحاب  
بکب سلف عزیز اللہ عفی عنہ  
صدر مدرس مدرسہ حمایہ ملتان شہر ۱۰ اشوال

(۱۸)

پاکستان کے مشہور مذہبی ماہنامہ "ماہ طیبہ" کے مدیر قائل حلیل حضرت مولانا

ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں کا

## فتویٰ

(سیالکوٹ)

الجواب

حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھنے اور  
حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یا کسی دوسرے صحابی کی بے ادبی کرنے یا ان سے برا عقیدہ  
رکھنے والا شخص گمراہ ہے اور مسدک اہلسنت کے سراسر خلاف اگر وہ اپنے آپ کو اہلسنت کہتا ہے تو

یہ اس کا نتیجہ ہے دراصل وہ شیعہ اور افضلی ہے لیے شخص کے پیچھے نماز جواز نہیں ہے، فقط

ابوالنور محمد شیبہ مدیر "ماہ طیبہ"

کوٹلی لوہاراں (ضلع سیالکوٹ)

۱۲ شوال ۱۳۸۹ھ

(۱۹)

مدرسہ جامعہ دوزر ضویہ لاپور کے مفتی حضرت علامہ مولانا سید محمد الین صاحب کا

## فتویٰ

(لاپور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الجواب

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل بنانے والا شخص ہرگز اہلسنت و جماعت نہیں بلکہ گمراہ و بد مذہب ہے، اس کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی تمام نمازوں کا اعادہ واجب ہے، شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری امام ابو منصور سے نقل کرتے ہیں جو اکابر شوافع سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اہلسنت و جماعت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنے والا چوں کہ منبذع اور فاسق فی العقیدہ ہے لہذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے جیسا کہ غنیہ صغیری، مراقی، طحاوی، اور درمختار میں ہے، واللہ اعلم

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برائے اللہ بنانے والا بھی اہلسنت سے گمراہ اور بد مذہب ہے

اسے بھی اہم بنا نا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں فقہ اکبر میں ہے کہ میں صحابہ کو ذکر خیر سے یاد کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب میرے صحابہ کا ذکر اُنے تو انہیں برا کہنے سے باز آؤ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ عدول (عدل ملے) ہیں اللہ تعالیٰ نے سب جنت کا وعدہ فرمایا ہے وکلا وعد اللہ الحسنى

واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سید محمد افضل حسین شاہ غفرلہ

مفتی جامعہ قادریہ رضویہ لائسپور

۱۷ اشوال ۱۳۸۹ھ

(۲۰)

فائل جلیل علم نبیل محقق لے باعلام مولانا حسن محمد مختار احمد صنادری صد مدرس

مدیر ریہ سراج العلوم خان پور کا

فتویٰ  
(خانیوہ ضلع رحیم یار خان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب

۱۔ شریعت محمدیہ کے نزدیک حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرات شیخین یعنی ابوبکر

صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل اعتقاد کرنے والا بدعتی گمراہ اور اہلسنت سے خارج ہے

چنانچہ فتاویٰ خلاصہ خزانۃ المقتین نسخ القدر حاشیہ تبیین مجمع الانہر شرح عقائد اور

الصارم السلول وغیرہ کتب کثیرہ میں واضح ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور

واجب الاعادہ سے جیسا کہ درمختار اور غنیہ وغیرہ میں ہے

۲۔ جو شخص حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یا کسی صحابی رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے حق میں بے ادبی، گستاخی اور سب و شتم کرنا ہے وہ اسلام سے خارج، مرتد اور واجب القتل ہے جیسا کہ شہداء فاضل عیاض، آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ صحابہ کرام کی مدح و ثنا میں بکثرت وارد ہیں ان کے باوجود جو ان کو برا کہے وہ بے ایمان، ملعون اور ذلت ناک عذاب کا مستحق ہے، اس کی نامت باطل و ناجائز ہے مزید تحقیقات مطولات میں سے، فقط۔

الجواب صحیح  
 هذا الجواب صحیح لاریب فیہ  
 حرره ابوالحسن محمد مختار احمد  
 حافظ سراج احمد مہتمم  
 خادم الشرع عبدالواحد نائب مفتی  
 صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم خان پور  
 مدرسہ سراج العلوم خانپور  
 مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور  
 ۱۵ شوال ۱۳۸۹ھ

(۲۱)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ فاضل مولانا مہتمم احمد جان الاحرار  
 نقشبندی غزنوی کا

فتویٰ  
 (غزنی افغانستان)

استفتاء

الاستفتاء، بحضرة العلامة عمدة مشائخ الانام الشيخ المولى غلام احمد جان الاحرار  
 النقشبندی دام اقبالہم

السلام علیکم ورحمة ویرکاتہ

ایہا الشیخ ما قوام الشرف فیمین یفضل مولانا و مولی کل من آمن باللہ  
 سیدنا علیا کرم اللہ وجہہ علی الشیخین الکریمین سیدنا ایدر المومنین

لہ ترجمہ استفتاء بحضرت علامہ عمدة مشائخ الانام مولی غلام احمد جان احرار نقشبندی دام اقبالہم (باقی ص ۱۷۶)

ابن بکر الصدیق و سیدنا امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ عنہما اهل  
 ہومن اهل السنة؟ وهل هو يصلح ان يكون اماما لاهل السنة والجماعة ام لا؟  
 ۲ — وما قولكم الشريف فيمن يسب الامير معاوية بن ابى سفيان رضی اللہ  
 عنہما وينقصه هل هو من اهل السنة والجماعة وهل يصلح ان يؤمهم ام لا؟

خادمکم محمد غلام سرور قادری

مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الجواب والخطاب المتطاب للسوالین المذكورین فی الاستفتاء  
 ان من فضل علیا رضی اللہ عنہ علی الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم رضی اللہ  
 عنہما ولا یستحق من اللہ تعالیٰ فی شان سیدنا امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ عسنى

(صد سے آگے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو حضرت مولیٰ علی  
 کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے کیا وہ اہلسنت سے ہے کیا اسے  
 امام بنانا جائز ہے؟ اور آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے کیا  
 وہ اہلسنت میں سے ہے یا نہ کیا اسے امام بنایا جائے یا نہ؟

آپ کا خادم مفتی محمد غلام سرور قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الجواب۔ جو شخص حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے حضرت علی  
 کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھتا ہے اور جو دوسرا شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خدا سے شرم و حیا  
 نہیں کرتا کہ ان کو برا کہتا ہے خدا ہمیں ایسے بُرے عقیدے سے بچائے، سو یہ دونوں شخص اہلسنت و جماعت  
 سے خارج ہیں، اہلسنت و جماعت کے فرقہ ناجیب میں سے نہیں ہیں ان دونوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کریں  
 کیونکہ یہ دونوں شخص درحقیقت شیعہ ہیں اگرچہ زبان سے شیعہ ہو نہ کیا اقرار نہیں کرتے، یہی حقیقت ہے کہ یہ  
 دونوں ایسے ہی ہیں کہ منہ سے وہ بات کہتے ہیں یعنی سستی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں باقی صبر

لیسہ ویسقہ اعاذنا اللہ تعالیٰ من هذا الاعتقاد الباطل السوء فہذا ان  
 الشخصان خارجان من طریقة اہل السنۃ والجماعۃ بلاریب وارتياب وینا  
 بداخلان فی الفرقة الساجیة فایاک والصلوۃ خلفہما فانہما من اصل الشیع  
 حقیقۃ دان لم یقرایہ لساناً ہذا هو الحق فانہما من یقولون بافواہم ما لیس  
 فی قلوبہم - فقط

الراقم غلام احمد جان الاحرار النقشبندی عفی عنہ  
 افغانستان کابل ولایت غزنی حکومت قریباغ  
 قریہ اختر خیل صاحب الزور - ۱۵ شوال المعمر ۱۳۸۹ھ

(۲۲)

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب چھڑ کا

فتویٰ (از لاہور)

سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حقہ کا منکر اسلام سے خارج اور حضرت علی  
 کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بے دین گمراہ شیعہ ہے اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو  
 سب و شتم اور بکواس کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہے فقط

محمد عمر چھڑوی لاہور  
 یکم عمر الحرام ۱۳۹۰ھ

(ص سے آگے) جو ان کے دل میں نہیں ہے بلکہ دل میں تو یہ شیعہ ہیں، فقط  
 راقم غلام احمد جان احرار نقشبندی عفی عنہ افغانستان کابل ولایت غزنی



(۲۳)

امام اہلسنت مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محبت الہی صاحب دامت برکاتہم کا

## فتویٰ

(از راولپنڈی)

الجواب — اہلسنت وجماعت کے نزدیک حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و  
عمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھنے والا گمراہ و فاسق و فاجر شرعاً واجب الامانتہ ہے نیز  
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا بھی اہلسنت سے — نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مذہب اہلسنت حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ کا سراپا عدل و حق ہونا امر مسلم ہے فقط

محبت الہی صاحب تفسیر العلوم

بہنری منڈی راولپنڈی

(۲۴)

محقق اسلام فاضل علامہ مولانا مفتی غلام رسول صاحب خلیفہ مجاہد حضرت امیر ملت پیر  
جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری و مدیر ماہنامہ اوار الصوفیہ قزو کا

## فتویٰ

(از قزو)

۱ — جمع اہلسنت وجماعت کا اجماع و عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

تمام صحابہ میں انبیاء و رسل کے بعد تمام نبی آدم سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر

حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے بعد عشرہ مبشرہ پھر اہل بد پھر